رسول اللہ صلعم کے حالات و غزوات، اخلاق و عادات اور تعلیم و ارشاد کا یہ عظیم الشان کتابی ذخیرہ

نام سیرۃ النبی عام طور سے مشہور ہے، مسلمانوں کے موجودہ ضروریات کو سامنے رکھکر صحت و اہتمام کیساتھ

ابتک اس کتاب کے پانچ حصے شائع ہوچکے ہین پہلے مین ولادت سے لیکر فتح مکہ تک کے حالات اور غزوات

اور ابتدا مین ایک نہایت مفصل مقدمہ لکھا گیا ہے جسمین فن سیرت کی تنقید و تاریخ ہے، دوسرے حصہ مین تکمیل دین

کا بیان، حکومت الٰہی، وفات، اخلاق و عادات، اعمال و عبادات اور اہلبیت کرام کے سوانح کا مفصل بیان

تیسرے حصہ مین آپکے معجزات و خصائص نبوت پر بحث ہے، اسمین سب سے پہلے عقلی حیثیت سے معجزات پر متعدد

بحثین کیگئی ہین، پھر ان معجزات کی تفصیل ہے، جو بروایات صحیحہ ثابت ہین، اسکے بعد ان معجزات کے متعلق غلط

روایات کی تنقید و تفصیل کیگئی ہے، چوتھے حصہ مین ان اسلامی عقائد کی تشریح ہے جو آپکے ذریعہ مسلمانون کو تعلیم

کئے گئے ہین، کوشش کیگئی ہے کہ اسمین قرآن پاک اور احادیث صحیحہ سے اسلام کے عقائد لکھے جائین، پانچوین حصہ

مین عبادات کی حقیقت، عبادات کی تفصیل و تشریح اور ان کے مصالح و حکم کا بیان ہے، اور دوسرے مذاہب

کے عبادات سے ان کا مقابلہ و موازنہ ہے،

چھٹا حصہ جو اخلاق پر مشتمل ہے اس وقت زیر طبع ہے،

قیمت باختلاف کاغذ حصہ اول تقطیع خورد للعہ، حصہ دوم تقطیع کلان سے، تقطیع خورد صہ

حصہ سوم تقطیع کلان سے، للعہ تقطیع خورد معہ وصہ حصہ چہارم تقطیع کلاں سے روسے تقطیع خورد

معہ وصہ، حصہ پنجم تقطیع کلان صہ، للعہ،

(منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ)

جلد ۴۰ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۳۷ء عدد ۲

مضامین

شذرات

افسوس ہے کہ ۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء کی دوپہر کو ڈاکٹر سر راس مسعود کا بھوپال مین بعارضۂ تپ میعادی انتقال ہو گیا، باہر والون کو اُن کی بیماری کی کوئی خبر نہ تھی، یکایک پہلی اگست کے اخبارون سے اُن کی وفات کی اطلاع ملی مسلمانون کے لئے عموماً اور اُن کے دوستون کے لئے خصوصاً یہ سانحہ بہت ہی المناک ہے، وہ ہماری قوم مین تعلیمی مسائل کے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے، سر سید کے پوتے اور جسٹس سید محمود کے بیٹے تھے، تعلیم سے فارغ ہو کر وہ پہلے پٹنہ مین ہیڈ ماسٹر ہوئے وہان سے کٹک مین پروفیسر ہو کر گئے، پھر حیدر آباد مین ناظم تعلیمات اور اس کے بعد مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور آخر مین ریاست بھوپال مین وزیر تعلیم ہوئے، ۱۸۸۹ء مین پیدا ہوئے تھے، ۴۸ برس کی عمر پائی، جاپان کا تعلیمی نظم و نسق اور انتخاب زرین (اردو اشعار کا انتخاب) وغیرہ بعض رسالے اور مضامین ان کی علمی اور ادبی یادگار ہین، مرحوم نے دو جوان لڑکے پہلی بیوی سے چھوڑے ہین، بڑا تعلیم سے فارغ ہو کر اب یورپ سے واپس آگیا ہے،

مرحوم بڑے وجیہ، کشیدہ قامت، سرخ و سپید، ہنس مکھ، اور ملنسار تھے، جس مجلس مین ہوتے سب پر چھا جاتے، باتون کے دھنی اور زبان کے میٹھے تھے، ہر شخص سے جھک کر ملتے تھے، ایک ذاتی واقعہ ہے مگر بیان کے قابل ہے، تیرہ برس ہوئے جب وہ حیدر آباد مین ناظم تعلیمات تھے، تو میرا حیدر آباد جانا اور ایک ایسے دوست کے یہان ٹھہرنے کا اتفاق ہوا جن سے پہلے گو ان سے بہت میل ملاپ تھا، مگر یکایک بیچ مین ایسی شکر رنجی ہو گئی تھی کہ ملنا جلنا اور بات چیت تک بند ہو گئی تھی، مین جب اُن سے جا کر ملا تو انھون نے پوچھا کہان ٹھہرے ہو، مین نے جگہ بتائی تو وہ چپ ہو گئے، مین مطلب سمجھ گیا، دو تین دن کے بعد دیکھتا کیا ہون کہ وہ بے تکلف وہان چلے آرہے ہین، میرے اُن دوست کو اچنبھا سا ہو گیا، اور اس دن وہ ان کے حسن خلق کے قائل ہو گئے، چند سال ہوئے کہ کابل کے سفر مین اور وہ ساتھ تھے، دن رات یکجا رہنے کا اتفاق ہوا، مرحوم کی مجلسی خوبیان بھولنے کے قابل نہین، ان کی وفات سے ایک بڑے خاندان کی یادگار مٹ گئی، اور تعلیمی مسائل کی ایک قابلِ ذکر ہستی فنا ہو گئی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس با اخلاقِ کو اپنے اخلاق ربانی سے نوازے،

"ہندوستانی" کا لفظ دھیرے دھیرے ہندوستان کی ادبی فضا کو جیتتا چلا جاتا ہے، ۱۹ جون کو بیڑوادہ (مدراس) مین مسلم یوتھ کانفرنس کی صدارتی تقریر مین مولوی عبد الحق صاحب نے فرمایا "اُردو یعنی ہندوستانی، ہندوون اور مسلمانون کے اتحاد کا عظیم الشان نتیجہ ہے" کانفرنس نے تجویز منظور کی کہ "ایسے استادون کی ایک جماعت تیار کیجائے جو جنوبی ہندوستان مین ہندوستانی زبان کی تعلیم دے سکین"،

ہمایون لاہور کے شریک مدیر اگست کے پرچہ مین لکھتے ہین :-

"اردو کے بجائے ہندوستانی کا نام استعمال کرنے کے حامیون کی یہ دلیل قابلِ توجہ ہے کہ جب ہم خود ہندوستانی کہلاتے ہین تو کیا وجہ ہے کہ اپنی زبان کے لئے اس لفظ کے استعمال کو عار سمجھین مسلمانون کو حق نہین ہے کہ وہ اسے ایک ایسے نام (یعنی ہندوستانی) سے محروم کرنے پر اصرار کرین جس سے اس کے ہندوستانیون کا سرمایہ مشترک ہونے کا پتہ چلتا ہو"

ہمارے نزدیک ہمایون کا اس راہ مین یہ پہلا قدم ہندوستانی کے طرفدارون کے لئے "فالِ ہمایون" ہے، کیونکہ

"ہر چہ از پنجاب می خیزد بر دل می ریزد"

گاندھی جی نے اپنے ایک بیان مین اعلان کیا ہے کہ "اردو، ہندی اور ہندوستانی تینون سے ایک ہی زبان مراد ہے، اور یہ وہ ہے جو شمالی ہند مین ہندو مسلمان عام طور سے بولتے ہین" ان کا یہ اعلان جو یقیناً سچائی پر مبنی ہے ان ہندوون کی آنکھون کو کھول دیگا، جو ہندی کے معنی کالی داس کی زبان سمجھتے ہین، جو کبھی ہندوستان مین بولی نہین گئی، اور نہ کبھی

ملک کی زبان تھی اور نہ ہو سکتی ہے،

ہندوستانی اکاڈیمی الہ آباد کے طرز پر صوبہ بہار مین بھی ایک ادبی سوسائٹی کے قیام کا خیال سر فخرالدین مرحوم کی وزارت تعلیم کے اخیر زمانہ مین پیدا ہوا تھا، مگر اس کے بعد وہ زندہ نہ رہے، اور اُن کے مرتے ہی یہ تجویز بھی مرگئی، مولوی محمد حسین صاحب مرحوم نے مہلت نہ پائی، سید عبدالعزیز صاحب نے اپنی توجہ عربی مدرسون کی اصلاح کی طرف کی، ان کے لئے جدید نصاب بنوایا اور قوت کے ساتھ اس کو جاری کیا، یہ ان کا یادگار کارنامہ ہوگا، اب تعلیم کی باگ اس صوبہ مین ایک ایسے شخص کے ہاتھ مین آئی ہے، جو خود بھی ادیب ہے، اور ادب سے فطری ذوق بھی رکھتا ہے، کیا یہ ہم امید باندھین کہ اس کے عہد مین ایک "بہار اکاڈیمی" قائم ہوکر اپنی بہار دکھائیگی؟ سننے مین آیا ہے کہ وزارت کے دل میں اسکا کچھ کچھ خیال ہے،

انگلستان کے مشہور مستشرق ریورنڈ پروفیسر مارگولیوتھ صاحب جو اپنے علم سے زیادہ اپنے تعصب مین مشہور ہین، چالیس سال کی محنت شاقہ کے بعد کیمبرج یونیورسٹی سے وظیفہ پر الگ ہو رہے ہین، اور ان کی جگہ لندن یونیورسٹی کے پروفیسر گب مقرر ہوئے ہین، خدا کرے کہ نئے پروفیسر صاحب مسلمانون کے علم اور تعلیم کے لئے مفید ہون،

فرالمائن شتن اشٹیٹر ایک یہودن فاضلہ نے جس نے "عورت ایام العرب مین" ایک چھوٹی سی کتاب پہلے لکھی تھی، اب اکسفرڈ یونیورسٹی سے ایک قدیم عرب ادیب محمد بن حبیب بغدادی (متوفی ۲۴۵ھ) کی مشہور کتاب المجتبر کو ایڈٹ کرکے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی ہے، کتاب مذکور عرب جاہلیت کے حالات پر نہایت دلچسپ کتاب ہے، اس کا ایک ہی نسخہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ مین تھا، اور اب گب سیریز مین شاید جلد چھپے، محمد بن حبیب کی ایک اور نادر تالیف کتاب المنمق ہے، جس کا ذکر گو ابن ندیم کے مطبوعہ نسخہ مین نہین، مگر یاقوت صاحب معجم الادباء کے پیش نظر نسخہ مین ہے، اس کا ایک عمدہ نسخہ لکھنؤ مین مولوی ناصر حسین صاحب کے کتبخانہ مین ہے،

مقالات

معاشیات پر ابن خلدون کے خیالات

(۲)

از جناب سید مبارز الدین صاحب رفعت حیدرآباد دکن

(۴)

تقسیم دولت، زمین، محنت اور اصل کی تنظیم متفقہ سے کسی ملک میں جو دولت پیدا ہوتی ہے، وہ انہی عاملین کے درمیان خاص اصول کے تحت تقسیم ہو جاتی ہے، زمین کا حصہ لگان محنت کا حصہ اجرت اور اصل کا حصہ سود کہلاتا ہے، لگان کے سلسلے میں ابن خلدون نے بہت ہی کم لکھا ہے، بلکہ کہنا چاہئے کچھ بھی نہیں لکھا، بظاہر اس کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں، پہلا یہ کہ مسلمانوں نے اپنی سلطنت اور حکومت کی ابتدا ہی سے مالیات کی طرف بہت کم توجہ کی، ان کا سارا مالی کاروبار یہودیوں قبطیوں اور دوسری قوموں کے ہاتھوں میں رہا، اور وہ اس سے الگ تھلگ ہی رہے، نہ ابن خلدون کے پیش رؤن نے اس پر کچھ لکھا، اور نہ خود وہ اس طرف متوجہ ہوا، دوسرا سبب یہ ہوا کہ خود ابن خلدون کا زمانہ اسلامی حکومتوں کے انتشار اور زوال کا زمانہ ہے، حکومتوں کے جلد جلد بدلنے سے کوئی دیرپا مالی انتظام نہیں ہو سکتا تھا، اور علی العموم زمین ٹھیکے پر اٹھا دی جاتی تھی، یہی وجہ ہوئی کہ ابن خلدون نے اس پر کچھ نہیں لکھا، البتہ جا بجا محاصل کی زیادتی کے نقصانات پر بحث کی ہے، اور بعض ملکوں کی طویل مثالیں پیش کرکے عبرت دلائی ہے، اب رہی اجرت اور سود، سود تو مسلمانوں کے نزدیک حرام قطعی ہے، اجرت پر غور و فکر اسی وقت ممکن ہے، جب کہ مزدوروں کے لئے کام کی بہتات ہو، اور بڑے بڑے کاروبار زیادہ

سے زیادہ تعداد میں انجام پذیر ہوں ہم لکھ آئے ہیں کہ یہ زمانہ تمدن کے اعتبار سے انحطاط کا زمانہ تھا، انھی اسباب کا نتیجہ ہے کہ ابن خلدون لگان اور دوسرے محاصل پر بحث کرنے کی جگہ خراج اور اسکی کمی بیشی کے اسباب پر تفصیلی نظر ڈالتا ہے، گویا اس نے حکومتوں کے لئے سامان عبرت پیدا کیا ہے، اور جتایا ہے کہ رعایا پر باج وخراج کی زیادتی سے کیسے برے نتیجے مرتب ہوتے ہیں، اور اس سے بچتے رہنے میں کیا کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں، ہرچند ابن خلدون کے یہ خیالات ایک حد تک معیاری ہیں، پھر بھی اس جگہ ان کے دو ایک اقتباس دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے، لکھتا ہے:-

"مملکت کے ابتدائی زمانہ میں خراج یعنی لگان کی مقدار کم ہوتی ہے، اس سے زمین بے کار نہیں رہتی لیکن جب کسی حکومت کا آخری زمانہ ہوتا ہے، تو لگان کے بڑھ جانے اور زمینوں کے کم اٹھنے کی وجہ سے ملکی آمدنی بہت کم ہوجاتی ہے، اگر حکومت کسی دین کے قوانین کی پابند ہے، تو چند مخصوص محاصل کے سوا دوسرے محاصل عائد نہیں کرتی، اور اگر حکومت تغلب اور عصبیت پر قائم ہے، تو اس کے لئے بھی ابتدا میں بدویت لازمی ہے، اور عصبیت کا اقتضا باہمی اکرام ومسامحت پر ہوتا ہے، اس لئے رعایا پر جو کچھ لگان یا محصول عائد کرنا پڑتا ہے، وہ بہت ہی کم ہوتا ہے،...... جب حکومت کی طرف سے لگان کی مقدار کم ہوگی، تو لوگ زراعت کی طرف مائل ہوں گے، اور زمین بکثرت آباد ہونے سے لگان میں بھی اضافہ ہوگا،......

لیکن جب کسی حکومت کے قیام پر ایک مدت گذر جاتی ہے، تو عصبیت کم ہونے لگتی ہے، اور حکومت توفیر مال کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اور نئے نئے محصول عائد کئے جاتے ہیں، نیز موجودہ محاصل کی مقدار میں بھی اضافہ کیا جاتا ہے[1]"

اسی انداز میں وہ خراج کی کثرت اور قلت پر تفصیلی بحث کرتا ہے اور اس کے بعد سلطنت کے زوال کے زمانے میں جنگی اور باجداری اور دوسرے محاصل کی کثرت پر تفصیلی نظر ڈالتا ہے، اوپر عرض کیا جاچکا ہے، کہ یہ بحث ہمارے

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۰۰،

نقطۂ نظر سے زیادہ اہم ہے، اسلئے اب ہم معاشیات کے تیسرے اہم مبحث مبادلۂ دولت پر اسکے خیالات پیش کرتے ہیں

(۵)

مبادلۂ دولت مفہوم معاشیات کے سلسلے میں ہم مبادلۂ دولت کی اہمیت کا مختصراً ذکر کر چکے ہیں، یہاں اتنا اور بتا دینا مناسب ہے، کہ جب معاشرہ اپنی بالکل ابتدائی حالت میں تھا اسوقت مبادلے کی ضرورت بہت کم پیش آتی تھی، ضروریات نہایت محدود تھیں، تمدن کی ابھی داغ بیل پڑ رہی تھی، اور عموماً ایک قبیلے کے لوگ اپنی ہی پیداکردہ بلکہ قدرتی پیداوار پر گذران کیا کرتے تھے، تمدن میں جیسی جیسی ترقی ہوتی گئی، ضروریات بھی بڑھتی گئیں، اور مبادلہ عالم وجود میں آیا، مبادلہ کی ابتدائی شکل مبادلہ اشیا تھی، جسے انگریزی میں "بارٹر" کہتے ہیں، جس کا مفہوم ایک جنس کا دوسری جنس سے تبادلہ ہے، تمدن جب وسیع ہوتا گیا، تو تبادلے کی شکل بھی مختلف ہوتی گئی، اور دن پر دن اس میں بہت سی اصلاحیں عمل میں آتی گئیں، اور آخر کار، ایک مشترک معیار دریافت کیا گیا، جس کو ہم اب سکہ کہتے ہیں، عام معیار قدر کے لئے چند صفات ضروری قرار دی گئیں یعنی اس میں کچھ نہ کچھ ذاتی قدر موجود ہو، وہ دیرپا ہو، آسانی سے منتقل ہوسکتی ہو، اس میں یک جنسی ہو، اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جاسکیں، اس میں ثبات قدر موجود ہو، اور وہ آسانی سے شناخت پذیر ہو، اس قسم کے تمام صفات سونے چاندی اور تانبے میں موجود ہیں، ابن خلدون نے نہایت جامعیت کے ساتھ زر کی ان تمام خصوصیات کا ذکر کیا ہے، وہ لکھتا ہے:

"اللہ نے چاندی اور سونے کو قیم بنایا ہے،...... چاندی سونے کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں، سب معرض تلف میں ہیں،...... دوسری جتنی اشیا ہیں، وہ جلد تلف ہوجاتی ہیں، اور ہر جگہ دستیاب بھی نہیں ہوتیں اور اس قسم کی چیزیں ہر جگہ آسانی سے بہم پہونچائی جاسکتی ہیں، اور نہ ان کو بڑی مقدار میں ذخیرہ کیا جاسکتا ہے، لیکن چاندی سونے کے لئے ایسا کوئی خطرہ موجود نہیں[1]"

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ ابن خلدون نے زر کی قریباً تمام خصوصیات اور اس کے فوائد کا نہایت جامعیت

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۴۱۹،

کے ساتھ ذکر کردیا ہے، زر کاغذی اور بنک کے متعلق ابن خلدون کے پاس کچھ ڈھونڈنا فضول ہے، کیونکہ آج سے پانچسو سال پہلے کی کاروباری دنیا کچھ اور تھی، اور آج کل کی دنیا کچھ اور ہے، تجارت خارجہ اور اس قبیل کے دوسرے مسائل کے بارے میں ابن خلدون نے کچھ نہیں لکھا، زمانہ حال میں سائنس کی بدولت ذرائع حمل ونقل میں جو غیر معمولی آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں، آج سے پانچسو برس پہلے ان کا تصور بھی قریباً محال تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی اس زمانے میں جیسی کچھ بھی خارجی تجارت ہوتی تھی، اس کے متعلق ابن خلدون نے جو کچھ بھی اجمالاً لکھا ہے، وہ آج بھی اتنا ہی صحیح ہے جتنا کہ مقدمہ کی تصنیف کے وقت تھا، تجارت کے سلسلے میں وہ لکھتا ہے:

"تجارت کی تین صورتیں ہیں، اول یہ کہ بازار کے نرخ کی گرانی کا انتظار کیا جائے، دوسری جنس تجارت کو ایک جگہ سے دوسری ایسی جگہ لیجاکر فروخت کیا جائے، جہاں اسکی قیمت زیادہ ہو، تیسری یہ کہ میعادی قرض دے کر جنس مہنگی بانٹ دیجائے، تجارت میں جو کچھ فائدہ ہوتا ہے، وہ اصل کے لحاظ سے کم ہوتا ہے، البتہ اگر راس المال زیادہ ہو تو فائدہ بھی زیادہ ہوگا۔"[1]

اس طرح گویا ابن خلدون نے اجتماعِ سرمایہ کے فوائد اور اس سے جو گوناگوں عظیم الشان کاروبار کئے جا سکتے ہیں، ان کی وضاحت کی ہے، بڑے بڑے صنعتی اداروں کے لئے کافی سرمایہ لازمی بلکہ ناگزیر ہے، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ دوسری قوموں کے بڑے بڑے تاجر اور سرمایہ دار مقابلہ اور مسابقت پر آجائیں، تو کافی سرمایہ ناگزیر ہو جاتا ہے،

زمانہ حال میں انفرادیت اور اجتماعیت کے نقطۂ نظر سے تجارت کی دو قسمیں، آزاد اور محفوظ کی جاتی ہیں، محفوظ تجارت وہ ہے جس کی سرپرستی حکومت مثبت یا منفی ذرائع سے کرے، آزاد تجارت گویا ایک خود رو درخت ہے، یعنی حکومت اسکی امداد کسی طرح سے نہیں کرتی، بلکہ وہ فطری مسابقتی اصول پر کام کرتی ہے جس سے تنازعِ تجارت میں آزادی مقابلہ باقی رہتی ہے، مگر کمزور صنعتیں ابھرنے نہیں پاتیں، یہی وجہ ہے کہ وہ حکومتیں جو صنعتی لحاظ

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۴۴۴،

سے خود مکتفی ہونا چاہتی ہیں، اپنی ملکی صنعتوں کی کسی نہ کسی طرح امداد کرتی ہیں، تاکہ وہ ترقی پاکر دوسری قوموں کی صنعتوں سے مقابلہ کرنے کے قابل ہوسکیں ان ہی اصول کو ابن خلدون ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"عام تاجروں کو چاہئے کہ وہ کسی صاحب جاہ امیر کی حمایت حاصل کریں، اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا، کہ لوگ اس سے بدمعاملگی نہیں کریں گے،...... اگر حکومت کا ہاتھ تاجروں کے سر پر نہ ہو تو ان کی تجارت محفوظ رہ سکتی ہے، اور نہ اطمینان سے مسابقت کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں"،[1]

تجارتِ خارجہ کے بارے میں لکھتا ہے:

"تاجر وہی جنس باہر لیجا سکتے ہیں، جن کی ضرورت ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ تک کو یکساں طور پر ہو......

جن چیزوں کی ضرورت بعض خاص لوگوں سے مخصوص ہوتی ہے، اس کی بکری نہایت مشکل ہوتی ہے،

...... اسلئے دور دراز ملکوں میں عام طلب چیزیں لیجانا زیادہ سود مند ہوتا ہے۔"[2]

آج کل کی حکومتوں کے پاس طلب و رسد میں توازن کا مسئلہ نہایت اہمیت رکھتا ہے، جنگِ عمومی کے بعد اکثر ممالک کو خیال ہوا کہ اب تجارت غیر محفوظ ہوگئی ہے، اور لوگوں کے پاس اتنا سرمایہ بھی نہیں رہا ہے، کہ مقابلہ کرسکیں، دوسرے ان کا خیال تھا کہ جنگ کے بعد راستے محفوظ ہوجانے کی وجہ سے تجارت کو فروغ ہوگا، اس کے علاوہ جنگ نے ہر ملک کو یہ سبق سکھا دیا تھا، کہ حتی الامکان اپنے بل پر آپ کھڑے ہو کر اپنا کفیل ہونا چاہئے ان ہی خیالات کے تحت ہر ملک کی یہی کوشش رہی کہ وہ زیادہ سے زیادہ مال تیار کرے، لیکن جنگ کی وجہ سے جو عام معاشی تنزل اور تباہی کا رنگ دنیا پر چھا گیا، اسکی وجہ سے لوگوں میں اس تیار شدہ مال کے خریدنے کی سکت باقی نہیں رہی، نتیجہ یہ ہوا کہ دو تین معاشی جھگڑے ایسے آئے، کہ بڑے بڑے معاشی مدبروں کے بھی چھکے چھوٹ گئے، مال تو بہت تھا، لیکن کوئی ان کا خریدار نہ تھا، اسلئے بجائے فائدے کے ہر طرف خسارہ ہی خسارہ ہونے لگا، غرض طلب و رسد کے ان مشکلات کو ابن خلدون نے خوب واضح کرنے کی کوشش کی ہے، لکھتا ہے:

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۴۳۳، [2] ص ۴۳۶،

جب تجارتی چیزیں دیر تک ارزاں رہتی ہیں، اور تاجروں کے فائدے کے لائق بازار میں ان کا نرخ نہیں ہوتا تو فائدہ مفقود ہوتا ہے، تو ان کا بازار بھی ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، ...... یہ بات کچھ تجارت ہی پر منحصر نہیں ہے، صنعت و حرفت والوں کو بھی یہی دقتیں پیش آتی ہیں، ...... مختصر یہ کہ جو جنس ارزاں رہنے لگتی ہے، اس کی تجارت سے تاجروں کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے، ...... اور جنس کی ارزانی مضر ہے، گرانی بھی اچھی نہیں، کسب و معاش کی حالت اسی وقت اچھی ہوگی جب کہ نرخ اشیاء اعتدال پر رہے"[1]

اس سلسلے میں اجارے اور مسابقت کا ذکر بھی ضروری ہے، جب کوئی شخص یا جماعت کسی رسد پر پورا پورا یا کم از کم اس کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لے تو وہ اجارہ کہلاتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں قیمتوں کا تعین اجارہ دار ہی کے اختیار میں رہے گا، بلاشبہہ اس مسابقت میں بہت سے فوائد بھی ہیں، لیکن اس میں ضرر بھی کافی ہیں، اسلامی مفکروں نے اجارے کی ایک خاص صورت کی جس کو "احتکار" کہتے ہیں، سخت مخالفت کی ہے، احتکار کے سلسلے میں ابن خلدون لکھتا ہے:

"بظاہر قحط میں گراں فروشی کی امید پر غلہ ذخیرہ کرنا اور پھر وقت آنے پر سونے کے مول بیچنا لوگوں کا مال مفت چھیننے کے مساوی نہیں ہے، لیکن پھر بھی لوگ مجبور ہو کر بادل ناخواستہ گراں خریدتے ہیں، اس لئے وہ معاملہ مکروہ ہوتا ہے، جسے مزید احتیاط کے لئے حرام کر دیا گیا خصوصاً خوراک کے معاملے میں احتکار نقصان دہ ہے، کیونکہ سوائے خوراک کے اور جتنی خرید و فروخت کی چیزیں ہیں، ان کے خریدنے پر لوگ مجبور نہیں ہوتے، بلکہ بطور تفنن خریدتے ہیں، اور اپنا پیسہ بغیر اختیار و شوق نہیں دیتے، اسلئے جو کچھ خرچ کرتے ہیں، اس کا افسوس بھی نہیں ہوتا"[2]

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ ابن خلدون "احتکار" کو تو برا سمجھتا تھا، لیکن اس کی دوسری شکل کو جسے زمانہ حال میں ٹھیکہ یا اجارہ کہتے ہیں، زیادہ برا خیال نہیں کرتا تھا، واقعہ یہ ہے کہ ٹھیکہ کی موجودہ شکل "احتکار" سے بہت

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۴۳۶، [2] صفحہ ۴۳۰۔

مختلف ہے، موجودہ زمانے میں کسی کام کا اجارہ اسلئے دیا جاتا ہے تاکہ کام نسبتہً سہل ہو جائے، اور ذمہ داری مخصوص و متعین ہو جائے،

(۶)

صرف دولت: جن چیزوں سے انسان کی احتیاج پوری ہوتی ہے، ان کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم میں وہ اشیاء شامل ہیں، جو براہ راست ہماری احتیاج رفع کرتی ہیں، جیسے غذا، کپڑا، وغیرہ، دوسری وہ اشیاء ہیں، جو بالواسطہ ہمارے کام آتی ہیں، جیسے چکی، کپڑا سینے کی مشین، معاشیات میں صرف دولت سے ایسی اشیاء کا استعمال مراد ہے، جو براہ راست ہماری احتیاجات پوری کرتی ہیں، صرف دولت میں سب سے اہم چیز احتیاج ہے، احتیاجات کی دو قسمیں ہیں (۱) ضروریات، (۲) تعیشات، پھر ضروریات کی تین قسمیں کیجاتی ہیں، (۱) ضروریات زندگی یعنی وہ ضروریات جو بقائے حیات کے لئے لازمی ہیں، (۲) ضروریات کارکردگی، ایسی ضروریات جو کسی پیشہ کے لئے لازمی ہوں اور جس کا اثر پیشہ پر پڑتا ہو، جیسے صحت تفریحی مشاغل، اچھی غذا وغیرہ، (۳) ضروریات رسمی یعنی وہ ضروریات جو شادی غمی وغیرہ کی تقریبات میں پیدا ہوتی ہیں، اب رہی ضروریات کی دوسری قسم تعیشات یعنی دولت کا ایسا استعمال جو مذکورہ ضروریات کی تین قسموں کو چھوڑ کر صرف جذباتی میلانات کو پورا کرے، لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ضروریات اور تعیشات کا ایک قطعی معیار قرار دینا قریباً ناممکن ہے، کیونکہ اگر ایک شخص کے لئے ایک چیز تعیش قرار دی جا سکتی ہے تو دوسرے کیلئے ضروریات میں داخل ہوتی ہے، مثلاً ایک شخص جس کی ماہانہ آمدنی پانچسو روپیہ ہو اور وہ دس آدمیوں کا کفیل ہو، اس کے لئے موٹر کار رکھنا عین تعیش ہے، لیکن وہی شخص اگر اکیلا ہو تو اس کا موٹر رکھنا تعیش میں شمار نہیں کیا جا سکتا، ایک معمولی مزدور جو دن بھر سخت محنت کرتا ہے، اس کا مہینے میں دو ایک بار سنیما دیکھنا قطعاً تعیش نہیں کہلایا جا سکتا،

غرض ضروریات کا دائرہ نہایت وسیع ہے، انسان کی تقریباً ہر خواہش سیری پذیر ہے، ابھی ایک خواہش پوری نہیں ہوتی کہ دوسرا اپنا سر اٹھاتی ہے، اسی کو اصطلاح معیشت میں احتیاجات کی بست و کشاد کہتے

ہیں، ابن خلدون ضروریات کے بارے میں لکھتا ہے:

"بازاروں میں وہی چیزیں فروخت ہوتی ہیں، جن کی انسان کو ضرورت ہوتی ہے، لیکن سب چیزوں کی ضرورتیں یکساں نہیں ہوتیں، بلکہ بعض چیزیں نہایت ضروری ہوتی ہیں جنکے بغیر چارہ نہیں ہوتا، جیسے غلہ اور دیگر خوردنی اشیاء اور بعض نمایشی یا غیر ضروری ہوتی ہیں، جیسے عمدہ لباس اور دوسری طرح طرح کی نمایشی اشیاء[1]"

آگے چل کر وہ طلب ورسد کی کمی بیشی پر اس طرح روشنی ڈالتا ہے،

"تعیشات کے عموماً تین سبب ہوتے ہیں، اول یہ کہ آبادی کی کثرت اور تکلف وتمدن کی زیادتی سے غیر ضروری نمایشی اشیاء کی ضرورت زیادہ ہو جاتی ہے، دوسرے یہ کہ کام کرنے والے عموماً متمدن مقامات پر ضروریات معیشت آسانی سے پیدا کر لیتے ہیں، اس لئے دوسری غیر ضروری چیزوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، تیسری وجہ یہ ہے کہ شہر میں آسودہ حال لوگ عموماً زیادہ ہوتے ہیں اسلئے ان کی حاجتیں بڑھجاتی ہیں[2]"

ان اقتباسات کو موجودہ معاشیاتی زبان میں ہم اس طرح بیان کر سکتے ہیں، کہ قانون طلب دراصل وہ قانون ہے، جس میں طلب شے کے کم وزیادہ ہونے کے اسباب معلوم کئے جاتے ہوں، حقیقت میں قانون طلب خواہشات انسانی کے ایک خاص رجحان کو ظاہر کرتا ہے، اسی رجحان کو مختلف طریقوں سے بیان کیا جا سکتا ہے، مثلاً

۱۔ کسی چیز کی مقدار رسد جس قدر بڑھے گی، اسکی قیمت گھٹے گی، یا

۲۔ کسی چیز کی مقدار رسد جس قدر گھٹے گی، اسکی قیمت بڑھے گی،

مثال نمبر ۱ میں طلب کی حالت اور نمبر ۲ میں رسد کی حالت معین فرض کی گئی ہے، اس کی مزید وضاحت

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۳۸۱ [2] ص ۳۸۱

کے لئے ہم ابن خلدون ہی کے الفاظ مستعار لیتے ہیں،

"جب شہروں کی آبادی وسیع پیمانہ پر ہوتی ہے، تو ضروری اشیاء کا نرخ سستا رہتا ہے، اور غیر ضروری چیزیں مہنگی رہتی ہیں،...... جب آبادی کم ہوتی اور تمدن ادنی درجے کا ہوتا ہے، تو نرخ اشیاء اس کے برعکس ہوتا ہے، اسلئے کہ غلہ وغیرہ چونکہ ضروری اشیاء ہیں، ان کے حاصل کرنے کی طرف لوگوں کو زیادہ توجہ ہوتی ہے،........ اور آبادی کا اکثر حصہ ان کے پیدا کرنے میں مشغول رہتا ہے،...... ہر شخص کی پیداوار سے اس قدر فاضل بچ جاتا ہے، جو بہت سے لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرے، اس لئے جو کچھ بچ رہتا ہے، اس کی وجہ سے قیمتوں میں قابل لحاظ کمی ہو جاتی ہے، البتہ قحط وغیرہ میں یہ حالت باقی نہیں رہتی،...... جو چیزیں مثل میوہ وغیرہ بسر اوقات کے لئے نہایت ضروری نہیں ہوتیں، لوگ ان کے پیدا کرنے کی طرف مائل نہیں ہوتے،....... البتہ اگر تمدن وسیع ہو، تو ایسی چیزوں کی طلب زیادہ اور رسد کم ہو جاتی ہے، البتہ دیہات میں حالت اسکے برعکس ہوتی ہے، کیونکہ یہاں غیر ضروری اشیاء کی طرف توجہ کم ہوتی ہے[1]"

اسی مطلب کو ابن خلدون نے ایک دوسری جگہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے، جس کا اقتباس یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:۔

"جب تک شہر آبادی سے بھرپور نہیں ہوتا، اور تمدن وتکلف کا رنگ لوگوں کی طبیعت پر گہرا نہیں چڑھتا لوگ معاش ضروریہ کے حاصل کرنے کی فکر میں پڑے رہتے ہیں، لیکن جب تمدن پھیلتا ہے، اور کثرت آبادی کی وجہ سے کاروبار بڑھتے ہیں، تو زائد از ضرورت چیزوں پر خرچ کرنے کا وقت آتا ہے،...... چونکہ خوراک اور مکان انسان کے لئے نہایت ضروری ہیں، اسلئے انسان سب سے پہلے انہی کے حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے، لیکن جہاں ان سے فارغ ہوا، تکلفات کی طرف توجہ کرنے لگتا ہے"

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۴۰۲، و ص ۴۰۳

"......جب تمدن ترقی کرتا جاتا ہے، تو ایسی صنعتوں میں بھی گل بوٹے نکلنے لگتے ہیں، جو مقصود بالذات نہیں ہیں، اور دولت کا ایک کثیر حصہ ان پر صرف ہونے لگتا ہے"[1]

ان طویل اقتباسات سے معلوم ہوگا، کہ صرف دولت کے باب میں ابن خلدون نے نسبۃً تفصیل سے کام لیا ہے، اور اس میں قریبًا تمام ضروری مسائل بیان کر دیے ہیں، البتہ یہ بات یہاں یاد رکھنی چاہئے جیسا ہم اوپر بیان کر آئے ہیں، کہ ابن خلدون نے ان مسائل پر ضمنًا بحث کی ہے، اسلئے وہ جا بجا تمدن اور شہریت کا ذکر کرتا جاتا ہے،

معیار ضرورت کی جس خصوصیت کی طرف ہم اوپر اشارہ کر آئے ہیں، اس کے متعلق ابن خلدون نے بڑے دلچسپ خیالات کا اظہار کیا ہے، اس کا خیال ہے، کہ متمدن ممالک میں بعض طبقات ہی ایسے ہوتے ہیں، جن کے پاس مال و دولت کی ہمیشہ کمی رہتی ہے، اسلئے ان کی ضروریات بڑھنے نہیں پاتیں، چنانچہ وہ لکھتا ہے،

"کسب انسانی درحقیقت کام کی قیمت ہے، اور کاموں کی قیمتیں مختلف ہوتی ہیں، یعنی جو کام ضروری ہوتا ہے، اور ہر خاص و عام کو اس کی ضرورت ہوتی ہے، اسکی قدر و قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے، چنانچہ دینی کاموں کی ضرورت عوام کو نہیں ہوتی، نیز علماء کو بھی مال و دولت سے ایک استغنا سا رہتا ہے، ان لوگوں کی خواہشات باوجود حاملان دین ہونے کے اہل شوکت و صنعت کے برابر نہیں ہوتیں، مختصر یہ کہ جو کچھ ان کے حصے میں آتا ہے، وہ مختصر ہوتا ہے، اس سے لازمی نتیجہ نکلتا ہے، کہ ان کی ضروریات بھی مختصر ہوتی ہیں"[2]

معاشیات پر ابن خلدون کے خیالات کا بیان ختم کرتے ہوئے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ابن خلدون نے معاشیات پر اس کے علاوہ بھی بہت کچھ لکھا ہے، جس میں ہر معاشی منظر کے اسباب و علل بھی بتائے ہیں، جو اس کے مشاہدے اور تاریخ دانی کا نچوڑ ہیں، ظاہر ہے کہ اس میں بہت سے ایسے مباحث آگئے ہیں، جن میں آج کل

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۴۴، [2] ایضاً صفحہ ۳۳۴

کے معاشیین کی دلچسپی کا سامان کم ہے، ہم بھی چونکہ اس زمانہ کے معاشی نظام سے بحث نہیں کر رہے ہیں، اسلئے ان کا ذکر یہاں بے محل ہوگا، البتہ اس باب میں مزید معلومات کے متجسسوں کی راہنمائی کے لئے چند ابواب کی طرف اشارہ کافی ہوگا، جن کا مطالعہ اس سلسلے میں مفید ثابت ہو سکتا ہے، مثلاً

"شہر جسقدر آباد ہوتے ہیں، وہاں کے رہنے والے اسی قدر آسودہ حال اور وہاں کے بازار پر رونق ہوتے ہیں"[1]

"خدمت (نوکری) طبعی معاش نہیں ہے"[2]

"تاجروں کے اخلاق و عادات"[3]

"شہری تمدن کے استحکام اور دیرپائی کی وجہ سے صنعتوں کو بھی استحکام اور فروغ حاصل ہوتا ہے"[4]

اسی طرح مختلف فنون پر دوسری فصلیں ہیں،

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۹۷، [2] ایضاً صفحہ ۳۲۳، [3] ایضاً صفحہ ۳۳۵، [4] ایضاً صفحہ ۱۴۲۔

شاہی کتابخانونکی کتابین

کتابخانہ حبیب گنج مین

از

نواب صدر یار جنگ بہادر مولینا حبیب الرحمن خاں شروانی

ربیع الاول سنہ حال کے "معارف" میں ایک جملہ "خطبۂ صدارت شعبۂ علوم و فنون" کے ضمن میں درج ہے، "علیگڈھ بھی ایک ایسے ہی شایق ...... کا مسکن ہے، جنکے حبیب گنج میں لکھنؤ، لاہور، دلی اور دکن کے انمول موتی ہیں" اس متن کی شرح میں آج اون کتابون کا جائزہ لیا جاتا ہے، جو مختلف شاہی کتابخانوں کی میرے یہاں ہیں،

۱- **کلام اللہ المجید** کے پانچ ورق بخط کوفی سنہ ۱۸۴۳ء میں جب لارڈ النبرا کے عہد میں ملک سندھ کا الحاق ہوا تو وہاں کے کتابخانے سے ایک کلام مجید کے نسخہ کے پچاس یا ساٹھ ورق مال غنیمت میں کلکتہ آئے، یہ نسخہ مختلف بادشاہون کے کتابخانوں میں رہ چکا تھا، جن کی مہریں اور دستخط اُس پر ثبت تھے، منجملہ اُن کے شاہجہاں بادشاہ کے قلم کی یہ عبارت درج تھی،

"بخط شاہ مردان بیک ہزار مہر طلائی ہدیہ نمودہ شد"

شاہجہاں کی مہر بھی تھی، مولوی مسیح الدین خانصاحب رئیس کاکوری اس زمانے میں نواب گورنر جنرل کے میر منشی تھے، مولوی صاحب موصوف نے گورنر جنرل کی اجازت سے یہ پانچ ورق بطور تبرک اپنے جدا مجد کیلئے لئے، مولوی صاحب کے خاندان سے حبیب گنج پہنچے، حالات بالا کی تصدیق بقلم مولوی صاحب موصوف ان اوراق کے ہمراہ داخل کتابخانہ حبیب گنج ہوئی ہے،

۲- **حصن حصین امام جزری** سنہ ۸۹۰ھ کا لکھا ہوا نسخہ، وفات مصنف کے ستاون برس بعد کا لکھا ہوا، میرک شاہ مرحوم محدث مشہور کے قلم کے حواشی، خط نسخ جید مطلا، کاغذ سمرقندی، شاہزادہ اعظم شاہ کی پیشکش عالمگیر بادشاہ کے حضور میں سنہ ۱۱۱۱ھ م سنہ ۴۵ جلوس میں، عالمگیر بادشاہ کے قلم کا صاد ثبت ہے، شاہی امرا و تحویلداران کتابخانہ کی مہریں ہیں جائزے ہیں،

۳- **مثنوی گوے و چوگان** ملا عارفی، پوری کتاب استاد مشہور ملا میر علی کاتب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی خط بھی زمانہ کمال خطاطی کا، بمقام ہرات سنہ ۹۲۶ھ میں لکھی گئی، اول یہ کتاب قطب شاہیوں کے کتابخانہ میں رہی جب عالمگیر بادشاہ نے گولکنڈہ فتح کیا، تو تیموری کتابخانہ میں داخل ہوئی، کتاب پر شاہی کتاب خانے کی جو عبارت درج ہے، وہ ان بیانات کی شاہد ہے، گردش زمانہ سے قیمت کتاب میں جو تغیرات ہوئے، وہ عبرت افزا ہیں، عالمگیری کتابخانہ کا اندراج قیمت دو ہزار روپیہ ہے، سنہ ۱۱۹۷ھ میں دو سو دس روپے میں فروخت ہوئی، اس کے بعد ۱۲۶۴ھ میں قطب الدولہ نے ڈھائی سو روپے میں خریدی، میرے یہاں سنہ ۱۳۲۱ھ میں ایک سو ستر روپے میں آئی،

۴- **مثنوی مولینا روم** سنہ ۷۱۲ھ کا لکھا ہوا نسخہ مولانا کی وفات سنہ ۶۷۲ھ میں ہوئی، اس طرح یہ نسخہ وفات مولینا کے چالیس برس بعد لکھا گیا، جہاں تک علم ہے، اس سے زیادہ قدیم نسخہ میونخ کے کتابخانے میں ہے جو سنہ ۷۰۶ھ کا لکھا ہوا ہے، برٹش میوزیم کا نسخہ سنہ ۷۱۸ھ کا ہے، کتابخانہ حبیب گنج کا نسخہ عالمگیر بادشاہ کے کتابخانے کا ہے، اس پر چار مہریں بادشاہ ممدوح کی ہیں، جن میں الفاظ "محمد اورنگ زیب بادشاہ" ثبت ہیں، یہ مہریں مدور ہیں،

۵- **لوائح مولینا جامی**، عنوان طلائی لاجوردی، مطلا و مذہب کاغذ ختی زر افشاں، حاشیہ زر افشاں مختلف رنگ، خط استادانہ، کاتب محمد محسن الہروی، محررہ ذی قعدہ سنہ ۱۰۰۳ھ، لوح کتاب پر حسب ذیل عبارت درج ہے،

"لوائح بابت گذرانیدہ میر معز چہار دہم ربیع الثانی سنہ ۱۰۹۶ھ داخل کتابخانہ سرکار عالی شد"

اس عبارت کے اوپر قابل خاں خانہ زاد عالمگیر بادشاہ کی مہر ہے، ایک اور اندراج سے معلوم ہوتا ہے، کہ امیر الامرا شایستہ خاں کے اموال کی بابت سنہ ۴۱ جلوس میں داخل ہو کر محمد باقر کی تحویل میں سپرد کی گئی، اسکے بعد متعدد تحویلون اور جائزوں کی عبارتیں درج ہیں، یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ سنہ ۱۰۹۶ھ (مطابق سنہ ۲۷ جلوس)

میں امیر الامرا شایستہ خاں کو مرحمت ہوئی، اُن کے انتقال کے بعد ۴۱ سنہ جلوس میں مکرر داخلِ کتابخانہ شاہی ہوئی، ایک اور اندراج سے ۴۳ سنہ جلوس میں بھی داخلِ کتابخانہ شاہی ہونا واضح ہوتا ہے،

۶۔ منہاج العابدین، امام غزالی، چھوٹی تقطیع، متن مفروش بہ طلا، خوشخط نسخ، کاغذ باریک چکنا، شاہزادہ محمد معظم شاہ عالم بن عالمگیر بادشاہ غازی کے کتابخانے کی، آخر میں شاہزادہ ممدوح کی مہر ہے، جو بالآخر تختِ پدری پر بیٹھے،

۷۔ کلام مجید، تقطیع اوسط، دو صفحہ اول طلائی مینا کار اعلیٰ نمونہ تذہیب، کاغذ گجراتی زرافشاں ہوا دُن کے نام مطلا، بہ خطِ ولایت، کاتب ابو الفتح بن احمد القاری، فرخ سیر بادشاہ کے کتابخانہ کا یہ نسخہ ہے،

۸۔ شرح قصیدۂ لامیۃ العجم، بخط نسخ غیر جید، بیت اللہ کے سامنے ۱۰۰۲ھ میں لکھی گئی، آخر میں عبارت درج ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ "بہ حکم خزانہ مولینا السید الجلیل الملک الاصیل .... مولینا سید ادریس (الفاظ بخط طلائی) بن حسن اعلی اللہ کلمتہ یہ کتاب لکھی گئی، (اس کا تعلق خاندان شریف مکہ مکرمہ سے ہے) انقلابِ زمانہ کے بعد یہ نسخہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کے کتابخانہ میں بھی رہا،

۹۔ دیوان خواجہ آصفی، خوشخط ایرانی قلم، جدول مطلا و مذہب، بین السطور مطلا، کاغذ ختنی خانی رنگ، دو صفحہ اول طلائی کار لاجورد، عبارتِ ذیل اس پر درج ہے،

کتب خانہ مبارک سلطان محمد صفوی ملقب بہ سلطان محمد خدا بندہ دام ملکہم و حشمتہم در سنہ ۹۴۵ قمری فقیر اسمعیل ترکمان تحویلدار،

اس کتاب پر گورکونڈے کے بخط انگریزی دستخط ہیں،

۱۰۔ صحیح بخاری المجلد الاول، خط عرب، کاغذ سمرقندی، سنہ کتابت درج نہیں، آخر میں دو تحریریں ۱۱۰۰ھ کی ہیں، لوحِ کتاب پر طلائی شمسے میں عبارتِ ذیل خط نسخ شکرفی جلی میں لکھی ہوئی ہے،

"جلد اول صحیح بخاری بخط نسخ عرب در آخر کتاب خط حضرت شیخ المحدثین عفیف الدین کازرونی ست جلد سیاہ و ترنج سرخ و جدول طلا نوشتہ با تبہ فتح شہر محمد آباد المعروف بہ بیدر جمع کتابخانہ معمورہ عالم پناہ ابراہیم عادل شاہ خلد ملکہ شدہ ۹ شعبان سنہ ۱۰۲۳ھ"

شیخ عفیف الدین کازرونی شارحین صحیح بخاری میں سے ہیں، کشف الظنون میں ان کا اور ان کی شرح کا ذکر ہے،

۱۱۔ مشکوٰۃ المصابیح، خط نسخ جید، کاغذ باریک چکنا، مطلا و مذہب، فہرست بخط طلائی، محشی ۸۸۸ھ میں شہر بیدر میں لکھی گئی، کاتب ابو سعید بن حسین تاجر مشہور بہ مال امیری، عبارتِ لوح کا ایک حصہ محو شدہ ہے تاہم اسقدر واضح ہے، کہ یہ کتاب سلطان محمود شاہ بہمنی سلطان بیدر کی نذر کی گئی، وفات محمود شاہ بہمنی ۹۲۴ھ (فرشتہ)

۱۲۔ تفسیر جلالین، تقطیع کلاں، مطلا و مذہب، خط کلام اللہ نسخ شنگرفی، خط تفسیر شکستہ تعلیق ۱۰۰۹ھ میں رضی الدین محمد تفرسی نے دار السلطنت حیدر آباد میں بعہد تاناشاہ لکھی، اس تفسیر میں دو جگہ سلطان ابو الحسن قطب شاہ عرف تاناشاہ کے حاشیے ہیں،

۱۳۔ مثنوی مجمع البحرین، قصہ ناظر و منظور کاتبی نیشاپوری، تقطیع خرد، خوشخط، خط سمرقندی قدیم، کاغذ سمرقندی، اس پر تین سلاطین قطب شاہی کی مہریں ہیں، ایک سلطان محمد قطب شاہ کی، ع

"مہرِ سلیمان زحق گشتہ میسر مرا، نقشِ نگین دل شد صفدرِ حیدر مرا"

مہر کے درمیان یہ الفاظ ہیں، "العبد سلطان محمد قطب شاہ"،

دوسری سلطان محمد قطب شاہ کی، ع

کسے کہ ساخت نقشِ نگین مہرِ آں بہ تقیم، بود سپہر کرم قطب شاہ ابراہیم،

تیسری محمد قلی قطب شاہ کی، اس میں درج ہے، "العبد محمد قلی قطب شاہ"،

۱۴۔ دیوان امیر شاہی سبزواری، خوشخط نستعلیق جلی قلم، کاغذ گلابی، تقطیع اوسط، کاتب فتح چند، بے تاریخ کتابت، اس پر تین مہریں ہیں، ایک مہر مربع کلاں بخط سیاہ، نواب آصف الدولہ بہادر کی، دوسری

مزین نصیر الدین حیدر کی، تیسری امجد علی شاہ کی، (دونوں خوشخط شنگرفی) نواب آصف الدولہ کی مہر کی عبارت،

"یحیٰی خاں بہادر ہزبر جنگ آصف الدولہ"

شاہ نصیر الدین حیدر کی مہر کی عبارت، ۔ھ

"خوش ست مہر کتب خانۂ سلیمان جاہ — بہر کتاب مزین چو نقش بسم اللہ،"

امجد علی شاہ کی مہر ۔ھ

تاریخ مہر شد چوں شد مزین بر کتاب — خاتم امجد علی شاہِ زمان عالیجناب،

۱۵۔ بوستان شیخ سعدی شیرازی، خوشخط، جدول زر و سرخ، مورخہ ۱۲۰۶ھ بے اسم کاتب، شاہانِ اودھ کی مہریں، ایک نصیر الدین حیدر کی، دوسری امجد علی شاہ کی، تیسری واجد علی شاہ کی، عبارت مہر واجد علی شاہ:

ثابت و پرنور بادا تا فروغ آفتاب — خاتم واجد علی سلطانِ عالم بر کتاب

اس پر جارج بیلی رزیڈنٹ لکھنؤ کے دستخط و مہر بھی ہے، دستخط انگریزی ۱۸۱۰ء، مہر بخط نسخ طغرائی،

۱۶۔ تاریخ فارس، خط جلی صاف کاتب خانہ زاد بارگاہ آسماں جاہ سلطانی حسین علی، تاریخ کتابت ۱۲۳۰ھ، رابرٹ پاٹر نامی ایک سیاح پیٹر برگ سے فتح علی شاہ قاچار کے عہد میں ایران گیا، تین برس وہاں رہا، اس کا یہ سفرنامہ ہے، اسمیں علاوہ ایران کے روسی شہروں کا بیان بھی آگیا ہے،

غازی الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ کے حکم سے محمد صالح نے کرشن موہن انگریزی داں کی مدد سے فارسی میں ترجمہ کیا، دیباچے میں لکھا ہے کہ

"ہر روز جس قدر ترجمہ کیا جاتا شاہی ملاحظہ میں پیش ہوتا، خود بدولت کی اصلاح کے بعد درج کتاب ہوتا، اسی طرح ساری کتاب شاہی اصلاح سے مزین ہے"،

اس نسخے پر شاہانِ اودھ کی چار مہریں ہیں، ایک نصیر الدین حیدر کی، دو امجد علی شاہ کی ایک لوح پر

ایک آخر میں، چوتھی واجد علی شاہ کی، متعدد جائزے ہیں،

شاہی کتابخانوں کا گوشوارہ جنہیں مذکورۂ بالا کتابیں رہیں؛	سلاطین تیموریہ ہندوستان (سات)، شاہان صفویہ ایران (ایک)، شریف مکہ مکرمہ (ایک)، سلاطین بہمنیہ بیدر (دو) قطب شاہی (تین)، عادل شاہی (ایک) بادشاہان اودھ (تین)

جملہ ۱۸، دو کتابیں شمار میں مکرر رہیں، جو دو دو کتابخانوں میں رہیں،

رقعات عالمگیر

اورنگ زیب عالمگیر کے خطوط و رقعات جو زمانۂ شاہزادگی سے برادرانہ جنگ تک اعزہ کے نام لکھے گئے ہیں، اس جلد میں جمع کئے گئے ہیں، اور ان سے علم و ادب، سیاست، اور تاریخ کے متعلق بیسیوں حقائق کا انکشاف ہوتا ہے، ضخامت ۳۹۷ صفحات، چھپائی، لکھائی، کاغذ بالخصوص ٹائٹل نہایت دلفریب،

قیمت :- ۔ے ر

مقدمۂ رقعات عالمگیر

اس میں رقعات پر مختلف حیثیتوں سے تبصرہ کیا گیا ہے، جس سے اسلامی فن انشا، اور شاہانہ مراسلات کی تاریخ، ہندوستان کے صیغۂ انشار کے اصول نہایت تفصیل سے معلوم ہوتے ہیں، بالخصوص خود عالمگیر کے انشا، اور اس کی تاریخ کے ماخذ، اور عالمگیر کی ولادت سے برادرانہ جنگ تک کے تمام واقعات و سوانح پر خود ان خطوط و رقعات کی روشنی میں تنقیدی بحث کی گئی ہے، لکھائی چھپائی کاغذ نہایت عمدہ،

ضخامت ۲۴۴ صفحے، قیمت للعہ ر

"منیجر"

جنایات برجائداد

از

مولوی محمد غوث صاحب ایم اے (جامعہ عثمانیہ)

جامعہ عثمانیہ اپنے ایم اے کے امتحان میں امیدوار طالب علموں سے کسی ایک عنوان پر محققانہ مضمون بھی لکھواتی ہے، اس تقریب سے متعدد مسائل پر اس کے ایم اے کے طالب علموں نے تحقیق اور کاوش کیا تھا اچھے اچھے مقالے لکھے ہیں، انہی میں سے ایک وہ مقالہ بھی تھا جو پچھلے سال مولینا رومیؒ کے عنوان سے معارف میں چھپا تھا، جنایات برجائداد اسی سلسلہ کا ایک اور مقالہ ہے، پورا مقالہ دو سال ہوئے کہ حیدرآباد کے قیام کے زمانہ میں میں نے دیکھا اور پڑھا تھا، اور اسکو دیکھکر بڑی خوشی ہوئی تھی، کہ جامعہ کے مسلمان طالب علم اس محنت اور تحقیق سے ایک اسلامی مسئلہ کی چھان بین اور تحریر و توضیح کی قدرت رکھتے ہیں،

آج کل آزاد اسلامی ملکوں میں اور خصوصًا مصر میں نئے تعلیم یافتہ قانون داں مسلمانوں میں ایک نئی تحریک آہستہ آہستہ پھیل رہی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اسلامی فقہ کو موجودہ یورپی قانون کے بالمقابل نئے سرے سے اس طرح مرتب کیا جائے، کہ فقہ اسلامی کی برتری اور خوبی نمایاں ہوجائے، اور آجکل کی اسلامی سلطنتوں کا وہ قانون بن جائے،

حیدرآباد بھی ایک اسلامی حکومت ہے، اور حق ہے کہ اس تحریک کا اثر یہاں بھی نظر آئے، ہرچند کہ محمد غوث صاحب نے یہ کام اپنی تعلیمی ترقی کے خیال سے کیا ہے، مگر اگر یہ تحریک یہاں کبھی چل پڑی، تو وہ اس ملک میں اس خیال کے پہلے بانی قرار پائیں گے،

یہ مقالہ ایک مستقل کتاب ہے، جو قانونی اور فقہی اصطلاحوں سے بھری ہوئی ہے، ہمارے رسالہ کے ناظرین میں بھلا اس پوری کتاب کے پڑھنے کی ہمت و جرات کہاں ہوگی، لیکن چونکہ معارف اس تحریک کا خود علمبردار ہے اس لئے اس مقالہ کے خلاصہ سے ناظرین کو روشناس کرنا اُس کا فرض ہے، امید ہے کہ قانون سے دلچسپی رکھنے والے اس مضمون کو جو دو نمبروں میں ختم ہوجائے گا، غور سے پڑھیں گے، ہمارے فقہا کو خاص طور سے اس کا مطالعہ کرنا چاہئے،

"س"

موضوع مندرجہ عنوان پر جو مقالہ مرتب اور جامعہ عثمانیہ میں پیش کیا گیا، اور منظور کیا گیا ہے، اس میں جنایات برجائداد و قبضہ Torts against property & possession کے متعلق امام اعظم اور امام شافعی کے اختلاف کو واضح کرکے اس کا تقابل انگریزی عصری قانون کے مماثل اصول سے کیا گیا ہے، آیندہ صفحات اس مقالہ کا خلاصہ ہیں،

قانون کے متقابل مطالعہ کا مقصد

قانون کے متقابل مطالعہ کی ضرورت مسلّم ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کیا صورت ہے، قانون کے متقابل مطالعہ کا مقصد یا تو یہ ہوسکتا ہے کہ دو نظام ہائے قوانین کی اس طرح تحلیل کیجائے کہ دونوں کے اصول زیادہ بہتر طریقہ سے سمجھ میں آئیں، یا یہ مقصد ہوسکتا ہے کہ دو قوانین کا اس طرح مطالعہ کیا جائے کہ ان کے تدریجی ارتقاء کا مناسب اندازہ ہوسکے، متقابل مطالعہ کا یہ گویا تاریخی مقصد ہے، ان دو مقاصد کے علاوہ ایک مقصد اخلاقی بھی ہے، یعنی یہ دیکھا جائے کہ عملی نقطۂ نظر سے کون سا قانون مفید ہے،

حرمت جائداد

ہر زمانہ میں جائداد کی حرمت قانون نے کی ہے، ہر قانون نے جائداد کے متعلق حقوق اور فرائض مقرر کئے ہیں، اور ذمہ داریاں عائد کی ہیں، عصر حاضر میں ان قانونی حقوق و فرائض کی جو اہمیت ہے، وہ ہر شخص پر واضح ہے،

مقصد مقالہ — اس لحاظ سے خبایات برجائداد کے مقالہ کا یہ مقصد ہے، کہ یہ دیکھا جائے کہ غصب کے اسلامی قانون اور بالخصوص امام اعظم اور امام شافعی کے مقرر کردہ ضوابط، اور انگریزی قانون خبایات (. . .) کے مماثل ضوابط میں کیا مطابقت پائی جاتی ہے، اور کیا اختلاف اور کس نوعیت کا ہے، نیز یہ کہ اس مقابلہ سے کہیں کہیں آیا یہ بتایا جاسکتا ہے کہ کس نظام قانون کے موجودہ اصول آیندہ اور زیادہ بہتر اساس پر ترقی پاسکتے ہیں، مختصر یہ کہ عصر حاضر کے اصولوں کی روشنی میں پیچھے پلٹ کر یہ دیکھنا مدنظر ہے، کہ اسلامی فقہ کے اصول کہاں تک زمانہ کا ساتھ دے سکتے ہیں،

جنایت برجائداد کی تعریف، — انگریزی قانون میں خبایات برجائداد کی ہر صورت کے لئے ایک علیحدہ نام اور علیحدہ تعریف ہے، سلا ٹرس پاس ٹرور، ڈیٹی نیو، اور کنورژن، اسلامی فقہ میں ان سب اقسام جنایات کے حدود اور ان کے چارہ کار قرار دینے میں انگریزی قانون کی طرح صدیوں کے طول طویل پیچیدہ عمل تدریج کی کوئی ضرورت ہی پیدا نہیں ہوئی، ابتدا ہی سے خبایات برجائداد کی ساری صورتیں اسلامی فقہار کے ذہن میں رہی ہیں غصب اور اتلاف ان کی دو اصطلاحیں ہیں، مال میں صریح نقص پیدا ہو، تو اسکو اتلاف کہا جاتا ہے، مال میں ہر طرح کا مال شامل ہے، چاہے وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ، نقص صریح کے علاوہ باقی تمام صورتیں غصب میں آجاتی ہیں، بلکہ خود غصب کی تعریف ہی میں وہ ساری خبایات آجاتی ہیں جو آنی چاہئیں، خود اتلاف بھی غصب میں داخل ہے، غصب کی جامع ومانع تعریف متاخرین کے زمانہ میں متعین ہوئی ہے، لیکن متقدمین کی کتابوں میں کتاب الغصب میں جو مسائل بیان کئے جاتے ہیں، وہ ساری صورتوں پر حاوی ہیں، مسائل اتلاف کا ذکر تبعاً کتاب الغصب ہی میں آجاتا ہے، کہ عموماً اتلاف اثبات قبضہ کے بعد ہی واقع ہوتا ہے،

بہر حال امام شافعی کے مسلک کے لحاظ سے فقہائے شوافع اور بالخصوص امام نووی نے جو تعریف کی ہے، وہ خبایات برجائداد کی ہر نوعیت پر منطبق ہوتی ہے، امام نووی نے غصب کی جو تعریف کی ہے، وہ یہ ہے، دوسرے کے حق پر بطور تعدی غالب ہو جانا غصب ہے،

جنایت برجائداد کی حد تک قبضہ کا اثر، — انگریزی قانون جنایت میں خبایات برجائداد و قبضہ کی نالش حقیقی قبضہ کی بنا پر ہوتی ہے، ملکیت کی بنا پر نہیں ہوتی، اصلی مالک کو اگر وہ قابض جائداد نہیں ہے، اسوقت تک نالش کا کوئی حق نہیں ہوتا، جب تک کہ اسکے مستقل اغراض کا نقصان نہ ہو،

انگریزی قانون کے برعکس اسلامی فقہار نے خبایات برجائداد کو ملکیت کے تحت قرار دیا ہے، لیکن اس کے ساتھ انھوں نے قابض کا حق بھی جہاں اسکی ضرورت ہے تسلیم کیا ہے، امام شافعی نے کم وسعت کے ساتھ اور امام اعظم نے زیادہ وسعت کیساتھ،

مدعی علیہ کی ذہنی حالت کا اثر، — انگریزی قانون کی روسے خبایات کے مقدمات میں عموماً نیت یا وجہ تحریک کی اہمیت نہیں ہے، جو فوجداری مقدمات میں ہے، چند مستثنیٰ صورتوں کو چھوڑ کر قانونی نیت یا بدنیتی قانون خبایات میں بالکلیہ امر غیر متعلق ہے، قانون خبایات میں عموماً صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ مدعی علیہ سے کیا فعل صادر ہوا، یہ نہیں دیکھا جاتا، کہ اس سے وہ فعل کیوں سرزد ہوا، نیک نیتی، خلاف قانون افعال کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے، اس طرح بدنیتی کی وجہ ایسے افعال جو قانوناً درست ہیں، خلاف قانون نہیں قرار پاجاتے،

اس صدی کی ابتدا سے انگلستان میں یہ تحریک شروع ہوئی تھی، کہ قانون خبایات میں اخلاقی عنصر کی آمیزش کیجائے، اسکا مدعا یہ ہے، کہ ذمہ داری عائد کرنے میں صرف مدعی کا نقصان نہ دیکھا جائے، بلکہ مدعی علیہ کی ذہنی حالت کو بھی وقعت دیجائے، لیکن پرانا نظریہ ابھی تک مضبوطی سے قائم ہے،

انگریزی قانون خبایات کی رو سے مدعی کا حقیقی نقصان ہونا ضروری نہیں ہے،

اسلامی فقہار اور انگریزی مقننن دونوں اس امر میں متفق ہیں، کہ خبایات برجائداد کے مقدمات میں عموماً نیت یا وجہ تحریک کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے، مدعی علیہ کی بے گناہی ناقابل لحاظ ہے، لیکن انگریزی قانون میں اس کلیہ پر بہت عمومی حیثیت سے عمل کیا جاتا ہے، اخلاقی نقطۂ نظر سے اس پر گرفت کا موقع ہے، چنانچہ یہ قرار دیا گیا کہ ہرجہ حاصل کرنے کے لئے مدعی کا حقیقی نقصان ہونا ضروری نہیں ہے، اس کے برعکس اسلامی فقہار نے

گو صدورِ فعل کو متعین کرنے کی حد تک قصد اور غیر قصد میں کوئی فرق نہیں کیا ہے، لیکن اعلیٰ اخلاقی معیار کے مدِنظر قرار دیا ہے، کہ جب تک حقیقی نقصان نہ ہو، ہرجہ حاصل نہیں کیا جا سکتا، اور حقیقی نقصان نہ ہو تو جائداد کا صرف استرداد (واپسی) ہوگا،

جنایات بر آراضی کے اقسام، جنایات بر آراضی کی کئی قسمیں ہیں،

۱۔ محض مداخلت بیجا عمل میں آئے کوئی مادی نقصان نہ ہو،

۲۔ مداخلت بیجا کے ساتھ مادی نقصان بھی وقوع میں آئے،

۳۔ آراضی سے مالکِ آراضی کے قبضہ کا ازالہ کر دیا جائے،

اسکی دو صورتیں ہیں،

الف :۔ ازالۂ قبضہ مع نقصان،

ب :۔ ازالۂ قبضہ بلا نقصان،

اراضی پر وقوعِ جنایات کے متعلق ائمہ کا اختلاف آراضی پر وقوعِ جنایات کے متعلق امام اعظم اور امام شافعی میں نہایت اہم اختلاف ہے،

امام اعظم نے قرار دیا ہے، کہ آراضی پر غصب واقع نہیں ہوتا، لیکن امام شافعی نے قطعی طور سے تسلیم کیا ہے کہ آراضی پر بھی غصب واقع ہوتا ہے، یہ واضح رہے کہ امام اعظم جس غصب آراضی کو تسلیم نہیں کرتے، وہ اتلاف اور مادی نقصان تک وسیع نہیں ہے، امام اعظم کے نزدیک بھی اتلاف و نقصانِ آراضی مسلم ہے، البتہ صرف مداخلت بیجا بلا نقصان اور ازالۂ قبضہ بلا نقصان کی صورت میں ان کے نزدیک آراضی پر ان جنایات کا اطلاق نہیں ہوتا،

دونوں اماموں کے اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہے، کہ بعد غصب اگر آراضی میں کسی آفت سماوی کی بنا پر کوئی نقص پیدا ہو، تو امام اعظم کے نزدیک کسی ہرجہ کی ادائی لازم نہیں ہے، البتہ اگر غاصب کے ذاتی فعل کی بنا پر آراضی میں نقص پیدا ہو، تو ہرجہ کی ادائی واجب ہوگی، امام شافعی نے ان دونوں صورتوں میں ہرجہ کی ادائی غاصب پر ضروری قرار دی ہے،

آراضی پر مداخلت بیجا اور اس کے شرائط، انگریزی قانون میں قرار دیا گیا ہے کہ

۱۔ مداخلت بیجا، چاہے اس سے مادی نقصان پیدا ہو، یا نہ ہو، مدعیٰ علیہ کے فعل کا بلا واسطہ نتیجہ ہونا چاہئے،

۲۔ فعل کا صدور بالجبر واقع ہونا چاہئے،

۳۔ مداخلت بیجا قرار دینے کے لئے مدعا علیہ کا قصد و ارادہ ثابت کرنا، امر لازمی نہیں ہے،

امر اول کے متعلق واضح ہو کہ امام اعظم، امام شافعی، اور انگریزی قانون سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مداخلت بے جا چاہے اس سے مادی نقصان ہو یا نہ ہو، مدعا علیہ کے فعل کا بلا واسطہ نتیجہ ہونا چاہیے، لیکن چونکہ امام اعظم کے نزدیک غصب آراضی ثابت نہیں ہے، اسلئے اخذ ناجائز یا محض مداخلت بیجا کی حد تک ان کو اس سے تعلق نہیں،

مادی نقص آراضی اگر فعل کے بالواسطہ نتیجہ سے حاصل ہو تو بالاتفاق سب کے نزدیک ہرجہ کی ادائی کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے،

محض سبب کو وقوع میں لانے سے ذمہ داری پیدا نہیں ہوتی، امر دوم یعنی فعل کے بالجبر صدور کے متعلق یہ پیشِ نظر رہے، کہ یہ اصطلاح ہر ایسے فعل پر صادق آتی ہے، جو کسی کی ذات یا جائداد میں جسمانی مداخلت کی حد تک پہونچ جائے، بلا جائز وجہ، کسی کے جسم پر انگلی رکھ دینا اسی طرح نادرست ہے، جس طرح کسی کو لکڑی سے پیٹنا، بہر حال انگریزی قانون نے یہ امر طے کیا ہے کہ حقیقی جبر استعمال کرنا ضروری نہیں ہے، جبر سے جبر قانونی مراد ہے، فقہائے شوافع نے بھی یہی قرار دیا ہے، المراد من الاستيلاء مايشمل منع الغير من حقه وان لم يستول عليه،

امر سوم، قانونِ انگریزی کی رُو سے مداخلت بے جا مع نقصان، اور بلا نقصان، دونوں صورتوں

میں مدعیٰ علیہ کے قصد کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی ہے، لیکن امام شافعی نے مداخلت بیجا بلا نقصان میں مدعیٰ علیہ کے قصد کا لحاظ کیا ہے، لیکن اس سے قطع نظر مداخلت بیجا مع نقصان میں امام اعظم اور امام شافعی کا اتفاق ہے کہ مدعا علیہ کے قصد کی کوئی اہمیت نہیں ہے،

قاضی ابن رشد نے بیان کیا ہے کہ

"اتلاف بالمباشرہ (بلا واسطہ) کی صورت میں فعل کا عمداً و بالقصد واقع ہونا شرط ہے یا نہیں، اس کے متعلق قول مشہور یہ ہے کہ اموال کے اتلاف کی صورت میں چاہے اتلاف عمداً واقع ہوا ہو یا خطاءً ہرجہ کی ادائی لازم ہوگی، یہ امر بالاتفاق طے شدہ ہے"،

غرض ضابطہ یہ ہے کہ تعدی کی صورت میں تعدی کرنے والا ہمیشہ ہرجہ کی ادائی کا ذمہ دار رہیگا، گو یہ کہ اس کے لئے کوئی وجہ جواز ہو،

آراضی پر مداخلت بیجا بلا نقصان کی نوعیت، | مداخلت بیجا بلا نقصان کا وقوع تین طریقہ سے ہوتا ہے،

۱۔ مدعی کے قبضہ میں جو آراضی ہے، اس پر دخل عمل میں لانا،

۲۔ مدعی کے قبضہ میں جو آراضی ہے، اس پر مقیم ہونا،

۳۔ مدعی کے قبضہ میں جو آراضی ہو، اس پر کوئی مادی شے رکھنا،

انگریزی قانون اور فقہائے شوافع کی رائے متفقہ یہ ہے، کہ ہر اس فعل سے مداخلت بیجا ثابت ہو جاتی ہے، جس سے دوسرے کی آراضی پر تصرف یا قبضہ کا اثبات ہو جائے،

آراضی پر مداخلت بیجا مع نقصان کی نوعیت، | انگریزی ارباب قانون نے اراضی پر مداخلت بیجا مع نقصان کی جو صورتیں بیان کی ہیں، ان سے نقصان آراضی کا کوئی حصر نہیں ہو جاتا، اسلامی فقہاء نے کوشش کی ہے کہ نقصان آراضی کو اس طرح تقسیم کیا جائے، کہ سب صورتیں خود بخود اس میں منحصر ہو جائیں، چنانچہ امام غزالی نے قرار دیا ہے کہ نقصان در آراضی کی حسب ذیل تین صورتیں ہوتی ہیں،

۱۔ النقصان، مثلاً غاصب نے زمین سے مٹی منتقل کر لی، بنا ڈھا دی، دیوار گرا دی، کنواں کھودا، زراعت کی، یا درخت لگائے،

۲۔ الزیادہ،

قاضی ابن رشد نے اسکی اس طرح تقسیم کی ہے،

کسی شے میں جو نمو ہوتا ہے، اسکی دو قسمیں ہیں،

الف ۔ نمو اللہ کے فعل سے پیدا ہو، مثلاً چھوٹا بڑا ہو جائے،

ب ۔ نمو غاصب کے فعل سے وجود میں آئے،

اسکی پھر دو قسمیں ہوتی ہیں،

۱۔ مال میں غاصب اپنے ایسے مال کا اضافہ کرے، جو بنفسہٖ موجود ہو، مثلاً عمارت میں نقش،

۲۔ غاصب کے صرف کسی عمل کی بنا پر مال میں اضافہ ہو جائے،

شکل نمبر ایک کی پھر دو صورتیں ہیں،

الف ۔ مال مغصوب کا حالتِ اوّل میں اعادہ ممکن ہو، مثلاً کسی زمین مغصوب پر کوئی عمارت بنائی گئی اس صورت میں اگر عمارت ڈھا دی جائے، تو زمین اپنی پہلی حالت پر عود کر آئے گی،

ب ۔ مال مغصوب کا حالتِ اوّل میں اعادہ ممکن نہ ہو،

شکل نمبر ۲ کی بھی دو قسمیں ہیں،

۱۔ عمل قلیل ہو، اس عمل کی بنا پر مال اپنی پہلی حالت سے دوسری حالت میں نہ منتقل ہو جائے یا مال کا نام اس عمل کی بنا پر نہ بدل جائے،

۲۔ عمل کثیر ہو، اس عمل کی بنا پر مال اپنی پہلی حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جائے،

آخری صورت "تصرفات الغاصب" کی ہے، مثلاً مال مغصوب کی بیع، ہبہ، اور وقت،

غرض اس طرح نقصان در آراضی کا فی الجملہ حصر ہو جاتا ہے،

مداخلت از تحت انگریزی قانون میں قرار دیا گیا ہے، کہ عام طور سے جو شخص سطحِ زمین کا مالک یا قابض ہوتا ہے وہ سطح سے نیچے کے حصے کا بھی قابض یا مالک ہوتا ہے، اس سلسلہ میں یہ بھی قرار دیا گیا ہے، کہ سطح سے نیچے جو مداخلت عمل میں آئے خواہ وہ کتنی ہی گہرائی میں کیوں نہ ہو، قابلِ ارجاع نالش ہے، مثلاً ایک کوئلے کی کان کا ہمسایہ دوسرے کوئلے کی کان سے کوئلہ حاصل کرتا ہے، فقہائے اسلام کا مسلک بھی اس سے کسی طرح مختلف نہیں ہے،

مداخلت از فوق اب سے کچھ عرصہ قبل تک خلا کے استعمال کے متعلق زیادہ توجہ نہیں کی جاتی تھی، لیکن فی زمانہ ہوائی جہازوں کی روزافزونی سے یہ مسئلہ بھی روز بروز اہمیت حاصل کرتا جاتا ہے، اس سلسلہ میں اب مقدمات رجوع ہونے لگے ہیں، لیکن اس بارے میں ابھی کوئی قطعیت نہیں پیدا ہوئی ہے، بہرحال انگریزی اہلِ قانون کے بیانات سے جو امور متعین ہوئے ہیں، وہ یہ ہیں،

۱۔ اس بارے میں فی الوقت کوئی قطعی رائے ظاہر نہیں کیجا سکتی،

۲۔ کس سطح کی ملکیت یا قبضہ کی بنا پر مالک یا قابض اپنے اغراض کے لئے اس خلا کو غیر محدود طریقہ سے استعمال کر سکتا ہے،

۳۔ خلا سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے،

۴۔ خلا کی جانب سے جو واقعہ عمل میں آئے، وہ بطور خود قابلِ نالش نہیں ہے،

۵۔ معمولی عمارتوں کی بلندی کے بقدر پرواز کرنا مداخلت بیجا ہے، اس میں ہوا موسم اور دیگر حالات کا لحاظ کیا جائے گا،

۶۔ حقیقی نقصان واقع ہو تو پرواز کنندہ ذمہ دار ہے،

فقہائے احناف کے اقوال سے مستفاد ہوتا ہے کہ

۱۔ ہوا (خلاء) سے انتفاع کا ہر شخص کو حق ہے،

۲۔ اس انتفاع میں یہ امر پیش نظر رہنا چاہئے، کہ عامۃ الناس کو ایذا نہ ہو،

۳۔ ہر مالک یا قابض آراضی کو اپنی سطح سے محاذی خلا کے استعمال کا پورا حق ہے،

۴۔ اس حق کے باوجود دوسرے شخص کو ہوا کے انتفاع سے نہیں روکا جا سکتا،

۵۔ لیکن مالک یا قابض آراضی کو اس بات کا حق ہے، کہ دوسرا شخص اگر خلا سے انتفاع کرتا ہے، تو وہ کوئی نقصان نہ پہونچائے،

انگریزی قانون اور اس حنفی مسلک میں جو توافق اور اختلاف ہے، اسکی صراحت ذیل میں کیجاتی ہے،

دونوں قوانین متفق ہیں کہ

۱۔ کسی سطح کی ملکیت یا قبضہ کی بنا پر مالک یا قابض اپنے اغراض کے لئے خلا، کو غیر محدود طریقہ سے استعمال کر سکتا ہے،

۲۔ خلا سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے،

۳۔ اس انتفاع میں یہ امر پیش نظر رہنا چاہئے، کہ کسی کو نقصان نہ ہو،

۴۔ حقیقی نقصان ہو جائے تو پرواز کنندہ ذمہ دار ہے،

اختلاف اس امر میں ہے، کہ انگریزی قانون نے معمولی عمارتوں کی بلندی کے بقدر پرواز کرنا مداخلت بیجا قرار دیا ہے، لیکن تصرف در جائداد غیر کا اس قسم کا داخلہ امام اعظم کے اصول کے لحاظ سے مداخلت بیجا میں شمار نہ کیا جائے گا، لیکن دوسروں کے گھروں کا اندرونی حال معلوم کرنے کیلئے پرواز کیجائے تو بلا شبہہ اس پر مداخلت بے جا کا اطلاق ہوگا،

یہ ایک مسئلہ ہے کہ درخت کی ڈالیوں کا مشتری ان کو توڑنے کیلئے جب اوپر چڑھے، تو آواز لگائے اگر خانگی حال معلوم کرنے کے لئے پرواز کی جائے، تو یہ قانون اس صورت پر بالکل منطبق ہے، اس طرح ہوائی سوار کو لازم ہے، کہ وہ معمولی عمارتوں کی بلندی سے اتنی اونچائی کے بقدر پرواز کرے کہ لوگوں کے اندرونی حالات

سے واقف ہو جانے کا خوف نہ ہو،

شافعی اہل فقہ نے بھی مقرر کیا ہے کہ

۱۔ ہر مالک یا قابض اراضی کیلئے اپنی سطح سے محاذی خلا کے استعمال میں کوئی روک نہیں ہے،

۲۔ دوسرے شخص کو اس خلا میں کسی شے کے گذارنے اور تصرف کرنے کی ممانعت کی جائے گی لیکن

۳۔ جس امر میں کوئی ضرر نہ ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے،

اس طرح امام شافعی کا مسلک بھی اس صورت میں امام اعظم کے مسلک اور انگریزی قانون جنایات کے اصول سے مختلف نہیں ہے،

مداخلت بیجا کے متعلق مدعی کا استحقاق

اسلامی فقہاء نے جنایت بر جائداد کو حق ملکیت کے مقابل قرار دیا ہے اور انگریزی قانون حق قبضہ کے خلاف لیکن اسلامی فقہاء نے قابض کا حق اور انگریزی قانون نے مالک کا حق تسلیم کیا ہے، اسلامی فقہاء نے جب یہ قرار دیا ہے، کہ جنایت بر جائداد حق ملکیت کے خلاف واقع ہوتی ہے، تو لامحالہ ان کا پیرایہ بیان بھی انگریزی قانون کے پیرایہ بیان سے مختلف ہے، اسلامی فقہاء نے جو پیرایہ بیان اختیار کیا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ حصول چارہ کار کی نالش رجوع کرنے کا حقیقی حق مالک کو ہے، لیکن اصل میں استحقاق مالک کا ذکر تغلیباً ہوتا ہے، اس سے قابض کے حق کی نفی نہیں ہو جاتی،

اقامت خانوں وغیرہ کے مقیم کا استحقاق،

انگریزی قانون میں قرار دیا گیا ہے، کہ اراضی کے محض استعمال سے حق نالش پیدا نہیں ہو جاتا، استحقاق نالش کے لئے قبضہ حاصل ہونا ضروری ہے، اس بنا پر کسی اقامت خانہ کا مقیم اپنے حجرے کا قابض نہیں ہے، لہٰذا اسکو استحقاق نہیں ہے کہ اس حق پر تعدی عمل میں آنے کی بنا پر مداخلت بیجا کی نالش دائر کرے، یہی حالت مہمان اور مسافر خانہ کے مقیم کی ہے،

لیکن ان امور میں انگریزی مقننین نے قطعیت کیساتھ کوئی رائے قائم نہیں کی ہے، سر جان سامنڈ نے صراحت سے لکھا ہے کہ "ان امور میں جو قانون مقرر ہے، وہ از سرتاپا مزید غور و فکر کا مستحق ہے"

شافعی فقہاء نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے، چنانچہ انکے نزدیک اگر کوئی شخص مسجد یا بازار میں بیٹھا ہو، یا غیر آباد زمین میں سکونت اختیار کی ہو، اور کوئی غیر شخص اسکو وہاں سے اٹھائے، تو یہ اٹھا دینے والا شخص غاصب ہے، اسی طرح اگر کسی مسافر خانہ کی اقامت کے باوجود استحقاق اقامت کوئی شخص کسی کو منع کر دے، تو یہ شخص غاصب ہے،

اس سلسلہ میں شافعی فقہاء نے بیان کیا ہے، کہ اختصاص میں جو منفعت ہوتی ہے، وہ بہت کثیر الوقوع ہے، اس پر کوئی جنایت واقع ہو تو اس سے جو تکلیف ہوتی ہے، وہ بہت شدید ہوا کرتی ہے، جب بلا کسی معاوضہ کی ادائی کے محض اباحت استعمال کی بنا پر یہ حقوق حاصل ہیں، تو معاوضہ کی ادائی کے بعد بدرجۂ اولیٰ حقوق حاصل ہوں گے،

کسی محدود حقدار کا کیا حق ہے،

کسی پٹہ دار یا کسی اور جائز حقدار کو جس کا حق محدود ہو، مداخلت بیجا کی بابت ہرجہ دلائے جانے کی بابت انگریزی قانون میں کوئی مناسب سند موجود نہیں ہے،

سر جان سامنڈ نے رائے دی ہے کہ امین جائداد کی ساری قیمت وصول کر سکتا ہے، نہ کہ صرف اپنے حق کے نقصان کا ہرجہ البتہ اسکو چاہئے کہ اپنے حصہ سے زائد رقم مالک یا دوسرے مستحق کے لئے امانت رکھے، اسلامی فقہاء نے بھی صراحۃً وہی امر قرار دیا ہے، جس کی سر جان سامنڈ نے رائے دی ہے،

اراضی پر مداخلت بیجا کا چارۂ کار

چارۂ کار کی دو صورتیں ہیں، غیر عدالتی اور عدالتی، غیر عدالتی سے مراد حفاظت خود اختیاری کے حق کا استعمال ہے، اس باب میں انگریزی قانون میں جو احکام ہیں، وہی امام شافعی نے قرار دیئے ہیں، اور وہ یہ ہیں،

۱۔ ہر قابض اراضی کو مداخلت بیجا کے امتناع کا حق حاصل ہے،

۲۔ اگر خلاف قانون داخلہ بزور و قوت نہ عمل میں آئے، تو مرتکب سے علٰحدہ ہو جانے کی استدعا ضروری ہے،

۳- علیحدہ ہو جانے کی استدعا کے بعد مرتکب مداخلت علیحدہ نہ ہو، تو اس کے فعل کے متناسب قوت استعمال کیجا سکتی ہے،

۴- مرتکب مداخلت ضرب پہنچائے، یا اس کا خوف دلائے یا قوت مجرمانہ کا استعمال کرے، تو اسکے امتناع کے لئے جیسی ضرورت ہو، ویسی صورت اختیار کیجا سکتی ہے،

عدالتی چارۂ کار کے متعلق انگریزی قانون جنایات میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ چونکہ دوسرے افراد کے مال کی حرمت قطعی ذمہ داری کی صورت رکھتی ہے، اس لئے اس پر کوئی تعدّی ہو تو حصولِ ہرجانہ کے لئے کسی مادی نقصان کو ثابت کرنا ضروری نہیں ہے، حق پر جو تعدّی ہوتی ہے، صرف وہی مالی معاوضہ دلانے کے لئے کافی ہے، گو یہ معاوضہ قلیل، اور محض برائے نام کیوں نہ ہو،

اسلامی قانون نے جائداد کی حرمت قرار دینے اور اسکی کامل حفاظت میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے، لیکن مادی نقصان کے بغیر ہرجہ دلانے میں اسلامی فقہاء کا اختلاف ہے،

واضح ہو کہ مداخلتِ بیجا کی دونوں صورتوں میں مع نقصان، اور بلا نقصان، انگریزی قانون کی رو سے داخلہ بالجبر ہونا چاہئے، امام شافعی کا مسلک بھی اس سے مختلف نہیں، ہے لیکن آیا قصد قبضہ بھی دونوں صورتوں میں ضروری ہے، یا نہیں، اسکے متعلق اختلاف ہے،

مداخلت بیجا بلا نقصان کی صورت میں گو مداخلت بلا قصد قبضہ ہی کیوں نہ ہوئی ہو، انگریزی قانون کی رُو سے ہرجہ دلایا جائے گا، یہ درست ہے کہ معاوضہ کی مقدار قلیل ہو گی، لیکن امام شافعی کے مسلک کے لحاظ سے مداخلت بیجا بلا نقصان کی بعض صورتوں میں "کرایہ مثلی" دلانے کے لئے قصد قبضہ ضروری ہے،

مداخلت بیجا بلا نقصان کی صورت میں معاوضہ دلانے کے متعلق بھی امام شافعی کے مسلک اور انگریزی قانون کی قرار داد میں کافی فرق ہے، امام شافعی نے "کرایہ مثلی" دلانا مقرر کیا ہے، بشرطیکہ مکان مغصوب کے مماثل کوئی اور مکان کرایہ پر دیا جاتا ہو، بخلاف اس کے انگریزی قانون میں جو ہرجانہ دلایا جاتا ہے، وہ محض

اسلئے کہ حق پر تعدّی ہوئی، اس سے قطع نظر کوئی اور معاوضہ کسی اور بنا پر نہ دلایا جائے گا، شافعی مسلک میں اخلاقی پہلو پر زیادہ زور ہے، اور انگریزی قانون میں کم،

مخفی نہ رہے کہ کسی مادی نقصان کے وقوع پذیر نہ ہونے کی صورت میں انگریزی قانون کی رو سے جو ہرجہ دلایا جاتا ہے، وہ برائے نام ہوتا ہے، اس کا اصلی مقصد محض استقرار حق ہے، لیکن استقرارِ حق صرف حکم عدالت سے بھی ہو سکتا ہے، جب صرف حفاظتِ حق مد نظر ہے، تو کسی نہ کسی طرح حفاظت ہو جانا کافی ہے، یہ کیا ضروری ہے کہ مالی معاوضہ ہی دلایا جائے خصوصاً جبکہ وہ محض برائے نام ہو،

مداخلت بیجا مع نقصان کا چارۂ کار،

امام اعظم، امام شافعی اور انگریزی اربابِ قانون کا اتفاق ہے کہ کسی مداخلت بیجا کی بنا پر کسی اراضی کو کوئی مادی نقصان پہونچے، تو ہرجہ کی ادائی اس نقصان کی بنا پر ہو گی، جو اس فعل کی بنا پر مدعی کو ہوا،

تمام معمولی مقدمات میں اس کا معیار جائداد میں جو کمی ہوتی ہے، اسکو مقرر کیا گیا ہے، ہرجہ کا معیار جائداد کو نقصان سے پہلے کی حالت میں لانا نہیں ہے، یہ معیار اصل نقصان سے زیادہ ہو جائے گا، اس طرح اگر مدعی کی زمین سے کچھ مٹی منتقل کر لی گئی، ہو تو مدعی وہ خرچ حاصل نہیں کر سکتا، جو اسکو نئی مٹی فراہم کرنے میں اٹھانا پڑیگا، اگر کوئی قدیم عمارت ڈھا دیجائے تو مدعی نئی عمارت بنانے کے اخراجات کا مطالبہ نہیں کر سکتا، بلکہ صرف قدیم عمارت کی قیمت پائے گا،

مصحفی اور اسکے دیوان کا رامپوری نسخہ

(مینہ شیر امرنگ کلب کے سالانہ ادبی جلسہ میں پڑھا گیا)

از مولوی عبدالسلام خانصاحب رامپوری

مصحفی کے کلام کا جو انتخاب آئینہ ناظرین کے نام سے رامپور سے شائع ہوا تھا، اس کی نسبت بعض صاحب نظر ناظرین کو پہلے سے شبہہ تھا کہ اس تصحیح کے پردہ میں اسیر نے اپنے زمانہ کی زبان اور طرز ادا کا لحاظ کر کے اصلاحیں دی ہیں، چنانچہ ایک دو صاحبوں نے اس مضمون کے دیکھے بغیر خود مجھ سے اس شبہہ کا ذکر کیا تھا، اب اہل ادب کو ہمارے مضمون نگار کا ممنون ہونا چاہئے کہ انھوں نے پوری تحقیق اور کاوش سے اس شبہہ کو یقین کے درجہ تک پہنچا دیا ہے، اور معاملہ آئینہ ناظرین کر دیا ہے،

"س"

مصحفی اور ان کے مختصر حالات

مصحفی کا نام شیخ غلام ہمدانی اور والد کا نام ولی محمد تھا، ۱۱۴۱ھ/۱۷۲۸ء اور ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء کے درمیان امروہہ میں پیدا ہوئے[۱]، ابتدائے جوانی میں دلّی آئے اور یہیں فارسی عربی کی تحصیل کی، موزوں طبیعت نے شعر و سخن کی طرف مائل کر دیا کچھ دنوں میں اتنی مشاقی بہم پہنچالی کہ استاد مانے گئے[۲]، دلّی میں "تجارت" پیشہ تھا[۳]، فارغ البالی سے بسر ہوتی تھی، لیکن زمانہ یکساں نہیں رہتا، جہاں اور صاحبان کمال کو دلّی چھوڑنا پڑی وہاں مصحفی کو بھی راہ لی، یہ اول کٹھیر میں آئے ٹانڈہ میں نواب محمد یار خاں بن نواب علی محمد خان (متوفی ۱۱۸۸ھ/۱۷۷۴ء) کی سرکار شعراء کا ملجا و ماویٰ تھی، قیام الدین قائم چاندپوری (متوفی ۱۲۱۰ھ/۱۷۹۵ء) نے ان کا قصیدہ پیش کر کے تنخواہ مقرر کرا دی،

۱؎ مقدمۂ عقد ثریا، ۲؎ ریاض الفصحا، ۳؎ گلزار ابراہیم،

کچھ دنوں لطف و آرام سے بسر کی جب نواب محمد یار خاں کا کھیل بگڑا تو یہ لکھنؤ چلے آئے وہاں کچھ دنوں رہ کر دلّی آ گئے، مگر حالات نے دلّی چھوڑنے پر مجبور کیا اور انھیں پھر لکھنؤ جا کر شاہزادہ مرزا سلیمان شکوہ بن شاہ عالم (متوفی ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء) کی ملازمت کرنی پڑی[۱]،

میر انشاء اللہ خاں انشا (متوفی ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء) ہنگامہ پسند طبیعت رکھتے تھے چھیڑ چھاڑ کی عادت تھی، اپنی گرمی بازار کے لئے دوسروں کی پگڑی اچھالنا ایک ادنیٰ بات تھی[۲]، غریب مصحفی کو بھی اس بڑھاپے میں نہ چھوڑا، اور دہ وہ معرکے ہوئے کہ بقول آزاد "شائستگی نے کبھی آنکھیں بند کر لیں اور کبھی کانوں میں انگلیاں دے لیں[۳]":

۹۴ سال کی عمر تھی کہ لکھنؤ ہی میں نہایت عسرت کی حالت میں سنہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں انتقال کیا اور اسی سرزمین میں دفن ہوئے[۴]،

مصحفی کی شاعری

مصحفی کی ہمہ گیر فطری صلاحیت اور کثرت مشق نے کسی خاص رنگ یا خاص صنف پر قانع نہ ہونے دیا، چنانچہ ان کے دواوین میں غزلیات، قصائد، مخمس، قطعے، رباعیاں، ہر قسم کا کلام موجود ہے، ان کے کلام میں کہیں مرزا سودا کی قادر الکلامی ہے کہیں سوز کی سادگی اور کہیں میر کا درد اور جہاں کہیں یہ سب رنگ جمع ہو گئے ہیں، وہاں ان کا کلام اردو شاعری کا بہترین نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے[۵]،

زبان کے اعتبار سے اس دور میں گو بہت سے پرانے الفاظ اور محاورات متروک ہوتے جا رہے تھے، مگر پھر بھی بہت سے ایسے الفاظ بے تکلفی میں قلم سے نکل جاتے تھے، جو آج قطعاً متروک ہیں، چنانچہ خود مصحفی کے یہاں بھی اس قسم کے متروک الفاظ، محاورات اور ترکیبوں کا بکثرت استعمال ہے،

مصحفی کی تصانیف

مصحفی نے اپنے پہلے تذکرہ، تذکرۂ ہندی گویاں میں جس کا سال اختتام ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۴ء ہے اپنی تصانیف کی تفصیل بیان کی ہے، چار ہندی (اردو) اور دو فارسی دیوان جن میں ایک فارسی کے مشہور شاعر نظیری کے جواب میں تھا، پہلا اس وقت تک مکمل ہو چکا تھا اور دوسرا غیر مکمل تھا، شاہنامہ کے نام سے ایک مثنوی بقدر ایک دو جزو کے لکھی تھی جس کی تکمیل شاہ عالم کے نسب نامہ تک ہو سکی تھی، ان ہندی چار دواوین میں ایک وہ تھا جو دلی

۱؎ گل رعنا ص ۲۱۹ ۲؎ ایضاً ص ۲۲۲ ۳؎ آب حیات ص ۳۳۲ ۴؎ گلشن بے خار ص ۲۴۱ ۵؎ تذکرہ کریم الدین ص ۳۵۰ ۶؎ آب حیات ص ۳۲۲ ۷؎ گل رعنا ص ۲۲۰ ۸؎ آب حیات ص ۳۲۶

میں مکمل کیا تھا، لیکن یہ دیوان ایک فارسی دیوان کیساتھ جو جلال، اسیر اور ناصر علی کے تتبع میں تھا چوری جا چکا تھا
دو تذکرے لکھے تھے ایک ہندی شعرا کا اور دوسرا (عقد ثریا کے نام سے) فارسی شعرا کا، ریاض الفصحا، مولفہ ۱۲۳۶ھ
میں خلاصۃ العروض اور مفید الشعرا کا اضافہ ہے، اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ بقدر نصف دیوان عربی غزلیات و
قصائد بھی تھے، جو باراں رسیدہ ہو کر طعمۂ کرم ہو گئے، اسپرنگر نے اودھ کیٹلاگ میں چار اردو دواوین کا تذکرہ
کیا ہے[1] گلشن بے خار اور تذکرہ کریم الدین میں ان کے اردو دواوین کی تعداد چھ بیان کی گئی ہے، چنانچہ خود
مصحفی نے بھی اپنے ایک قصیدے کے دعائیہ اشعار میں کہا ہے[2]،

یہ جو دیوان چھوڑوں اس کے ہیں مانند سہیل ۔۔۔ بزم شاہاں میں لباس انکار ہی جلد ادیم

آزاد نے ان کے دیوان ہفتم اور ہشتم کا بھی ذکر کیا ہے[3]، جو غالباً خود ان کی ملک تھے، اور ممکن ہے کہ انکی
کتابوں کے ساتھ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہوں، پروفیسر آرزو صاحب جلیلی (پٹنہ) سے معلوم ہوا کہ
بعض مثنویاں ڈھاکہ میں ملی ہیں، جنکی تصحیح اور ترتیب کا کام پٹنہ میں جاری ہے،

مصحفی کے آٹھوں اردو دیوان اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور میں محفوظ ہیں، پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا
اور چھٹا دیوان اسٹیٹ لائبریری رامپور میں موجود ہے، جن میں اول، دوم، سوم اور چہارم کے وہ نسخے ہیں جو
خود مصحفی نے خوشخط نستعلیق میں لکھوا کر دربار اودھ میں پیش کئے تھے، ان نسخوں کی تاریخ کتابت ۱۲۱۱ھ / ۱۷۹۶ء ہے
میر صدر الدین حسین کاتب کا نام ہے، پہلے دیوان کا ایک نسخہ ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء کا مخطوطہ ہے، دو نسخے دیوان دوم
کے ہیں، جن میں ایک ۱۲۴۵ھ / ۱۸۲۹ء کا اور دوسرا ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء کا لکھا ہوا ہے، باقی دواوین کے کچھ ایسے نسخے ہیں جن میں
تاریخ کتابت تحریر نہیں، ان دواوین میں بعض غزلیں مشترک ہیں، دو اردو دیوان آصفیہ لائبریری حیدرآباد
میں نمبر ۹ اور نمبر ۲۶۳ پر محفوظ ہیں، فارسی دواوین میں وہ دیوان جو جلال، اسیر اور ناصر علی کی تتبع میں تھا خود
مصحفی کے پاس سے چوری ہو گیا تھا[4]، باقی دو نسخوں کے متعلق معلوم نہیں کہ کہاں ہیں، اسٹیٹ لائبریری میں

[1] اودھ کیٹلاگ ص ۲۲۵، [2] آب حیات ص ۳۲۶، [3] ایضاً [4] تذکرہ ہندی گویان ذکر مصحفی،

ایک فارسی دیوان کا نسخہ محفوظ ہے، اس نسخہ میں صرف چند ردیفیں ہیں اور وہ بھی غیر مرتب جا بجا نئی غزلوں کے لئے
بیاضیں چھوڑ دی گئی ہیں، جو کہیں کہیں بخط غیر پر کیجا چکی ہیں، متعدد مقامات پر الفاظ، مصرعے اور شعروں کو قلم زد
کر کے ان کے بدل تحریر کئے گئے ہیں، حواشی پر مختلف اضافے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ خود مصنف کا اپنا نسخہ ہو
اس دیوان کی غزلیں عموماً سعدی، حافظ، کمال، ظہوری اور فاخر کی غزلوں کے قوافی اور ردیفوں میں لکھی گئی ہیں،
معلوم نہیں کہ یہ کونسا دیوان ہے،

تذکروں کے نسخے متعدد کتب خانوں میں محفوظ ہیں، چنانچہ اسٹیٹ لائبریری میں بھی فارسی اور ہندی دونوں
تذکرے موجود ہیں، جنہیں ہندی شعرا کا تذکرہ اول مصحفی کے پیش کئے ہوئے نسخہ کی نقل ہے جس کو سید محسن علی محسن صاحب
تذکرۂ سراپا سخن نے ۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۴ء میں نقل کیا ہے (اگر ہندی شعرا کے تذکرہ کے تتمہ ریاض الفصحا کو علیحدہ شمار کیا جائے
تو تین تذکرے ہو جائیں گے) فارسی شعرا کا تذکرہ عقد ثریا انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام طبع ہو چکا ہے،

دیوان مصحفی کا رامپوری مطبوعہ نسخہ

مصحفی کا کوئی مکمل دیوان اب تک طبع نہ ہو سکا، ایک مختصر انتخاب مولانا حسرت موہانی
نے شائع کیا تھا، جو میری نظر سے نہیں گذرا، دوسرا مشہور انتخاب وہ ہے جو نواب خلد آشیاں کلب علیخاں صاحب
(۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۵ء - ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۷ء) کے عہد میں غالباً ان کے حسب الحکم منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی متوفی ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء اور ان کے
استاد منشی مظفر علی خاں اسیر لکھنوی متوفی ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء شاگرد مصحفی کی تصحیح سے ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء میں مطبع تاج المطابع رامپور سے
شائع ہوا تھا، یہ مصحفی کے چار دواوین کا انتخاب ہے، اس پر مرحوم منشی محمد احمد صاحب قمر و صریر مینائی خلف امیر مینائی
متوفی ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء کا مختصر سا سرنامہ ہے، جس میں مرحوم نے مصحفی کے دواوین کی کمیابی اور موجودہ نسخوں کی فاحش
غلطیوں کو اس انتخاب تصحیح اور طبع کا باعث قرار دیا ہے،

بظاہر اس تصحیح میں کسی قسم کا شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہ تھی خصوصاً جبکہ اس کی طبع اور تصحیح کا تعلق ایسے اساتذہ سے
تھا جن کے ثقہ اور مستند ہونے میں معمولی شک بھی ایک بڑا ادبی گناہ تھا اور جو بلاواسطہ یا بواسطہ اسی خوان کے ریزہ چین تھے
چنانچہ مولانا عبد السلام ندوی صاحب شعر الہند تک بھی باوجود سودا، انشا، میر حسن، شاہ نصیر بلکہ خود مصحفی کے زمانے کے

متروک الفاظ اور محاورات کی لمبی چوڑی فہرست پیش کردینے کے اس انتخاب کی زبان پر باوجود اس نسخے کے پیش نظر ہونے کے کسی قسم کے تعجب کا اظہار نہ کرسکے، مولانا عبدالحیٔ مرحوم نے بھی گل رعنا میں اس انتخاب کا صرف ذکر کرکے چھوڑدیا ہے، لیکن تقریباً ساٹھ سال گذر چکنے کے بعد میرا علمی فریضہ مجھے مجبور کررہا ہے کہ میں پہلی مرتبہ یہ عرض کرنے کی جرأت کروں کہ درحقیقت ان بزرگون نے مصحفی کے کلام کی اس قسم کی تصحیح نہیں کی جیسی بالعموم قدیم کتابوں کے مصححین میں مروج ہے بلکہ کلام کی استاذانہ اصلاح کرکے مصحفی کے طرز بیان اور اس کی زبان پر ایک زمانہ تک کامیاب پردہ ڈالے رکھا،

مطبوعہ نسخہ میں اصلاحوں کا انکشاف

ان اصلاحوں کی مثالین پیش کرنے سے پہلے اس اتفاقی واقعہ کا بیان کردینا بھی غالباً دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، جس نے اس استاذانہ تصحیح کی طرف میری رہنمائی کی، میں اسٹیٹ لائبریری کے اردو منظومات کی ترتیب فہرست کے سلسلہ میں مصحفی کے دواوین دیکھ رہا تھا کہ اس کے دیوان دوم کا ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء کا مخطوطہ نظر سے گذرا اس نسخے کی اکثر غزلوں پر جدید قلم سے کہیں اسی شعر کے اوپر اور کہیں حاشیہ پر اصلاحات تھین، اصل متن کہیں کہیں قلم زدہ تھا لیکن اکثر مقامات اسی طرح چھوڑ دیئے گئے تھے، یہ اصلاحین الفاظ، محاورات اور ترکیبون سے گذر کر پورے مصرعوں اور شعرون تک پر حاوی تھیں،

مصنف کے بعد کا نسخہ تھا اس لئے ان کو مصنف کی اصلاحین کسی طرح قرار نہیں جاسکتا تھا، اور کسی نسخہ میں کتابت کی اتنی کثیر اور فحش غلطیوں کا تسلیم کرلینا بھی کچھ آسان نہ تھا، دوسرے قلمی نسخے ان اصلاحوں کے ہم آہنگ نہ تھے، آزاد کی آب حیات اور میر قدرت اللہ قاسم کے مجموعۂ نغز کے انتخاب کئے ہوئے اشعار بھی اصل متن کے حامی تھے، آخری چیز مطبوعہ نسخہ تھا اس کے مقابلہ سے معلوم ہوا کہ مطبوعہ نسخے کی وہ تمام غزلیں جو دیوان دوم سے انتخاب کی گئی ہیں کل کی کل ان اصلاحوں کے موافق تھین،

منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی کی ایک تحریر محکمۂ دار الانشار[2] رامپور میں محفوظ ہے[3] اس کے خط کے مقابلہ

[1] شعر الہند میں مصحفی کے اشعار کا انتخاب اسی نسخہ سے کیا گیا ہے، چنانچہ امیر و اسیر کے اصلاح کئے ہوئے اشعار درج ہیں، [2] محکمۂ

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصلاحین امیر مینائی مرحوم کے قلم کی رہین منت ہیں،

اصلاحوں کی نوعیت

ان اصلاحوں میں اتنی گوناگون حیثیتیں جمع ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے بالکل جدا کرلینا تقریباً ناممکن ہے، لیکن پھر بھی ان کی غالب حیثیت کا لحاظ کرکے چند عنوانوں کے ماتحت رکھا جاسکتا ہے، الفاظ کی کمی و بیشی اور تغیر و تبدل، اسالیب کلام میں اصلاح، فقروں اور جملوں میں تغیر و تبدل، پورے پورے مصرعوں کی ترمیم، پورے پورے اشعار کی اصلاح، اس قسم کی اصلاحون کی بھی دو حیثیتین ہیں، اکثر تو صرف عبارت اور ترکیب ہی کی ترمیم پر اکتفا کیا گیا ہے، لیکن ایسی مثالوں کی بھی کمی نہیں جہاں شاعر کے مفہوم اور تخیل تک کو نظر انداز کردیا گیا ہے، میں کوشش کرونگا، کہ ہر عنوان کے تحت اصل شعر متعدد قلمی نسخون سے مقابلہ کرنے کے بعد پیش کروں اور اس کے نیچے مطبوعہ ترمیم درج کردوں، حسن اتفاق سے ان مثالوں میں بعض ایسے شعر بھی آگئے ہیں جو آب حیات، مجموعۂ نغز، اودھ کیٹلاگ اور مصحفی کے اپنے تذکرۂ ہندی گویاں سے انتخاب کئے ہوئے اشعار کے بھی مطابق ہیں، لیکن مطبوعہ نسخہ میں انھیں اصلاح کرکے شائع کیا گیا ہے،

مصحفی اور اس کے دور کی زبان

چونکہ ان اصلاحوں کا زیادہ تعلق زبان سے ہے اس لئے نامناسب نہ ہوگا اگر اس دور کی زبان پر عموماً اور مصحفی کی زبان پر خصوصاً ایک مختصر سا تبصرہ کردیا جائے، مصحفی آزاد کی تقسیم کے اعتبار سے چوتھے دور کا شاعر ہے اس دور کے شعرا کی زبان کے متعلق آزاد کا بیان ہے کہ "ان صاحب کمالوں کے عہد میں صدہا باتین بزرگوں کی متروک ہوگئیں. . . . . البتہ مصحفی کے بعض الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہین بزرگون کی میراث سے محبت زیادہ ہے"[1] چنانچہ آب حیات میں جن الفاظ کا بے تکلف استعمال مصحفی کے اشعار میں دکھایا ہے، حسب ذیل ہیں،[2] ٹک بمعنی ذرا، میاں، میں نے آنکھ کھولی کے بجاے میں آنکھ کھولی، شب آئی کے بجاے شب آئیں، جن کے بجاے جنھوں کے، پوچھتے ہو کے بجاے پوچھو ہو، جانتا ہوں کے بجاے جانوں ہوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۰) دار الانشار رامپور کا ایک سرکاری دفتر ہے جس میں ریاست کی ضروری قدیم و جدید دستاویزیں معاہدے، خطوط، غرض ہر قسم کا اہم مواد ہے جس کے بغیر غالباً روہیلہ تاریخ مکمل نہیں کی جاسکتی [3] صحیفۂ احباب، عہد نواب خلد آشیاں، مثل نمبر ۲۳ میں غالب کے مکتوبات کے ساتھ ۱۴ اگست ۱۸۶۶ء کا ایک واقعہ ہے جس میں منشی صاحب نے ایک مسودہ کو صاف کرنے کے متعلق ہدایت کی ہے، [1] آب حیات صفحہ ۲۵، [2] صفحہ ۲۵۰ - ۲۵۱،

یاروں کے بجائے یاران آنکھیں کھولیں کے بجائے آنکھیں کھولیاں، اس قسم کے الفاظ اور ترکیبوں کا استعمال کچھ مصحفی کے ساتھ ہی خاص نہ تھا بلکہ تقریباً اُن کے کل معاصرین انشار، جرأت، حسن بلکہ ان کے بعد کے اساتذہ حتی کہ شاہ نصیر تک بھی اس قسم کے الفاظ میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے[1]، اس قسم کے متروک الفاظ اور محاورات کی طویل فہرستیں جنکو ان حضرات نے استعمال کیا ہے، جلوۂ خضر میں شامل ہیں، میں شعر الہند کے توسط سے بعض اُن الفاظ کی فہرست نقل کرتا ہوں جو خود مصحفی اور پانچویں دور کے مشہور شاعر شاہ نصیر تک کے زمانے میں مستعمل تھے،

وہ الفاظ جو مصحفی کے زمانے میں استعمال ہوتے تھے، دیوین بجائے دیں، طرح نرگس کے بجائے نرگس کی طرح، نگر بجائے شہر، چبھے ہے بجائے چبھتا ہے، نت بجائے ہمیشہ، تیں بجائے میں نے، ٹک بجائے ذرا، وے بجائے وہ، مگر، لوٹوں ہوں بجائے لوٹتا ہوں، ہمسائیگاں بجائے ہمسایوں، آنے کہا تھا، بجائے آنے کو کہا تھا، کیونکہ بجائے کس طرح،

وہ الفاظ جو شاہ نصیر کے عہد میں استعمال کئے جاتے تھے، سمجھے ہے بجائے سمجھا جاتا ہے، کیونکہ بجائے کس طرح، کبھو بجائے کبھی، جوں بجائے مثل، لگا بجائے لگاکر، گھٹائیں چھائیاں، بجائے گھٹائیں چھائیں، ہو خواہاں بجائے ہوا خواہوں[2]،

اس تفصیل کے بعد مصحفی کے پورے مطبوعہ نسخے پر نظر ڈال جائیے لیکن کہیں بھی کوئی ایسا لفظ یا ایسی ترکیب نہیں ملیگی جس کو کسی طرح بھی اس دور کی باقیات میں شمار کیا جاسکے، مکمل انتخاب آجکل کی شستہ زبان میں ہے، معلوم ہوتا ہے کہ داغ اور امیر کی زبان ہے،

الفاظ کی کمی بیشی اور تغیر و تبدل

مصحفی کے زمانے میں بہت سے ایسے الفاظ کا استعمال تھا، جو آجکل بالکل متروک ہیں، ان میں علامت تے کا حذف کر دینا معیوب نہ تھا، مضارع کے صیغے عموماً بلا تا کے مستعمل تھے، ہندی ترکیب میں فارسی

[1] آب حیات صنہ ۲۵۲-۲۵۳ و شعر الہند صنہ ۱۹۷-۲۰۰ [2] شعر الہند صنہ ...

الفاظ کی جمع الف تا کے ساتھ جائز تھی، جتنی افعال کے آخر میں الف واو یا یا ہو ان کے فعل مستقبل کا استعمال واو کے ساتھ ہوتا تھا، جیسے لاوے، دیوے، ہووے وغیرہ علاوہ ازیں بعض ایسے الفاظ بھی تھے جو گو قواعد اور استعمال کے اعتبار سے صحیح تھے لیکن مصحفی کے کلام میں محل کے مناسب مستعمل نہ ہوے تھے، اس قسم کے تمام الفاظ میں مناسب اصلاح کر دیگئی ہے، بالترتیب مثالیں ملاحظہ ہوں،

(ا)

خ احتیاجِ شمع کیا ہے مصحفی اپنے تئیں — ہے دلِ پر سوز اپنا کنجِ خلوت کا چراغ

ط صنہ ۱۰۹ " " " ہنگامِ شب — " " " " "

خ دل کو ہے رفتگی اس ابروے خمدار کیساتھ — جوں سپاہی کے تئیں عشق ہو تلوار کیساتھ

ط صنہ ۲۰۵ " یوں ربط ہے " " — عشق جس طرح سپاہی کو " "

خ کیا دید میں عالم کی کروں جلوہ گری کا — یاں عمر کو وقفہ ہے چراغِ سحری کا (تذکرۂ ہندی گویان مصحفی اودھ اکیڈمی صنہ ۱۴۰)

ط صنہ ۱ نظارہ کروں دہر کی کیا " " — " " " " "

خ اپنے عاشق کی چشمِ تر کو دیکھ — صدقے ترے میں ٹک ایدھر کو دیکھ (مجموعۂ نغز صنہ ۱۹۳ جلد ۲)

ط صنہ ۱۹۹ " " " " — " میں اک ذرا ادھر " "

ہے[1] لطفِ سیرِ شبِ ماہ ان حسینوں میں — جنھوں کے رہتی ہے افشاں چنی جبینوں میں (آبِ حیات صنہ ۲۵۰)

ط صنہ ۱۶۴ " " " " — جو چنکے آئے ہیں افشاں یہاں "

جی[2] ہی جی بیچ بہت شاد ہوا کرتے ہیں — تیرے عارض کی بلائیں تری مژگاں لیکر (آبِ حیات صنہ ۳۵۴)

ط صنہ ۸۸ کس قدر شاد ہوا کرتی ہے جی ہی جی میں — تری آنکھوں " " "

خ ہر چند اس نے میری طرف سے بنائی بات — قاصد کو اس کے سامنے پر کہہ نہ آئی بات

[1،2] یہ دونوں شعر مجھے اسٹیٹ لائبریری کے مخطوطہ نسخوں میں نہیں مل سکے، آبِ حیات میں اسی طرح منقول ہیں،

ط ص۷۲ " " " " " " " " کچھ " "

خ اے نسیم سحر یک لخت جگر لیتی جا — سوئے گلشن کہ یہ ہے مرغ گرفتار کا خط

ط ص۱۰۵ " اک " " " " ہے یہی " "

خ ترا نگیں ہیں ستارے شب کو نت دل پر مرے — بخت نے اُن کو بنایا ہے نشانے کا چراغ

ط ص۱۱۱ " " ہجر میں " " " "

خ قصد کر کے جنکے ملنے کے تئیں جاتے ہیں ہم — وائے رسوائی او نہیں در تک بھی آنا منع ہے

ط ص۲۲۷ " " " لئے " " " ناکامی " " "

(۲)

خ تم جا کے گھر میں غیر کے وہاں سو رہے میاں — آنکھوں میں رات کاٹی میں یہاں پاسباں کی طرح

ط ص۸۲ " گھر میں جا کے " راحت سے سو رہے — " " اپنی رات کٹی " "

خ میں عجب یہ رسم دیکھی مجھے روز عید قرباں — وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا (آب حیات ص۲۵۰)

ط ص۸۵ یہ عجیب " " کہ بروز " " " " "

(۳)

خ پردۂ فانوس میں یوں تو نہاں جلتی ہے شمع — دل جلے ہے جس طرح میرا کہاں جلتی ہے شمع

ط ص۱۰۱ " " " شب بھر " — جیسے دل جلتا ہے میرا یہ " "

خ جو دیکھے ہے نقشہ کو ترے وہ یہ کہے ہے — سارا بدن انسان کا چہرا ہے پری کا (تذکرۂ ہندی مصحفی ص۱۷۲)

ط ص۵۱ نقشہ کو ترے دیکھ کے کہتا ہے زمانہ — " " " " " "

خ سادگی پر جنکی جی لوٹے ہے اپنا مصحفی — ہائے ان کو اب تلک مسی لگانا منع ہے۔

ط ص۲۲۶ جن کی آرائش پہ ہے دل لوٹ " — " " " " " "

خ لباس پہنے ہے اگر وہ شوخ پرفن سرخ — کہ ہو نہ خون شہیداں سے اسکا دامن سرخ

ط ص۸۲ " " ہوئے ہے " " " — " " " " " " "

خ شہید گر نہیں رنگ حنائی خوباں کا — رہے ہے خوں سے کیوں مصحفی کا مدفن سرخ

ط ص۸۲ " اگر " " " — تو رنگ " ہے کیوں " " دامن "

(۴)

خ کیا روز قیامت ہے جو کوچہ میں بتاں کے — اڑتا ہوا پھرتا ہے میرا نامۂ اعمال

ط ص۱۱۸ " " " کہ " بتوں کے — " " " "

(۵)

خ دست رس ہو نہ ہمیں پاؤں تلک اور شب عید — غیر مہندی ترے ہاتھوں کو لگا وے افسوس

ط ص۱۰۲ " " " " " " — " میں لگائے "

(۶)

خ آرسی لیکے ذرا تو بھی تو دیکھ اپنے لب — مستی پر کھلتی ہے یہ پانوں کی لالی کیا خوب

ط ص۶۹ " " " " اپنی زیب — " " " " " "

خ جان پر اپنی میں کھیلا ہوں جدائی میں تری — بے خبر تجھکو بھی کچھ اس کی خبر ہے کہ نہیں

ط ص۱۲۸ " " جو " ہے " — " " اُس کی " " "

خ اسکے ہاتھوں سے کہاں جاؤں کہ دست جنوں — دست بردار نہیں میرے گریباں سے ہنوز

ط ص۱۰۱ " " " " جوش " — " " " "

اسالیب کلام میں اصلاح مثلاً شاعر نے کسی مفہوم کو بصورت اقرار یا بطور بیان واقعہ ادا کیا ہے، یا بندش مضمون کے لئے استفہامی ترکیب کو بہتر سمجھا ہے، لیکن ان کے شاگردوں کے نزدیک وہ طرز ادا مفہوم کا واضح طریقہ،

تعبیر نہ تھا یا زورِ بیان میں کمی واقع ہوتی تھی، یا کوئی اور وجہ تھی جس کی بنا پر اس اسلوب کلام کو پسند نہ کیا گیا، اس قسم کے تمام موقعوں پر مناسب اصلاح کرکے استاذ کے اشعار کو بلند کرنے کی کوشش کی گئی ہے، مثلاً

خ ممنون ہوں میں جب سے سگِ کوے یار کا ۔ نامہ کو لے چلا ہے مرے استخوان کی طرح

ط ص۲۲ ″ ″ کس طرح نہ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

خ داغ دے دل کو لئے پھرتا ہوں سب کے سامنے ۔ میں نے اب اس کو بنایا ہے زیارت کا چراغ

ط ص۱۰۹ ″ دل کو کیوں ″ ″ ″ ″ ″ کیا ″ ″ ″

خ دیوانہ سا جاتا ہے چلا مصحفی اُس پاس ۔ ناداں کو رہ و رسمِ ادب کچھ نہیں معلوم

ط ص۱۲۵ کیوں جاے نہ بے پوچھے ہوئے ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

خ تو بھی آوے جو تماشے کو تو مانند انار ۔ پھول رکھتا ہے ہزاروں شجرِ نالۂ شب

ط ص۷۹ وقتِ شب آو ″ ″ کہ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

خ ہم نے یکبار ترے زخمِ ستم جھیلے ہیں ۔ کونسا ہے عضو جس پر نہیں تلوار کا خط

ط ص۱۰۵ ″ کیا کیا نہ ″ ″ ″ عضو ہے ″ ″ ″ ″

فقروں اور جملوں میں تغیر و تبدل

مصحفی کے کلام میں بعض فقرے یا جملے اس قسم کے بندھ گئے تھے جن پر موجودہ دور کی زبان کے اعتبار سے نکتہ چینی کیجا سکتی تھی، بعض فقرے بازاری اور متبذل تھے جو لطافت طبع کے لئے ناقابلِ برداشت تھے کہیں جملوں کی بندش پُھس پُھسی تھی یا یہ کہ تھوڑے تغیر و تبدل سے مضمون زیادہ بلند کیا جا سکتا تھا ایسی سب صورتوں میں قابلِ گرفت مقامات کے سقم کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے،

(۱)

خ مرگئے ہم تو دلا نالہ ہی کرتے کرتے ۔ ہم نے یک روز نہ دیکھا اثرِ نالۂ شب

ط ص۷۹ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۔ نظر آیا نہ کسی شب

خ رتبے کو میرے پہنچے ہے کب کوئی مصحفی ۔ روح القدس کہے ہے مجھے سنو بھائی بات

ط ص۷۲ ″ ″ کہاں ″ ۔ کہتے ہیں جبرئیل مجھے سُن تو ″ ″

خ کافر یہ جو لہریں ہیں ترے بال ہوا پر ۔ مارا ہے عجب طرح ایک جال ہوا پر

ط ص۹۱ لہراتے ہیں کافر جو ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

خ اُس کے کوچہ میں دل اپنے کو میں شب کھو آیا ۔ کیا کہوں ہو نہ سکی مجھ سے خبرداری دل

ط ص۱۱۸ ″ ″ گیا شب کو تو دل ″ ″ ″ کچھ بھی ″ ″

خ نامہ کو ہوا دیکھے میرے یوں وہ کہے ہے ۔ جاتا ہے کسی کا یہ اڑا نامۂ اعمال

ط ص۱۱۸ ″ ″ میرے دیکھے ہوا ناز سے بولا ″ ″ ″ ″

خ ہم گرفتارِ بلا رکھتے ہیں کب یہ طالع ۔ وقت خوش اُس کا ہوا پھنسکے جو زندانیِ زلف

ط ص۱۱۲ ″ ″ ″ ۔ وہی اچھے ہیں ہوے ″ ″

(۲)

خ یار ماری کے سبب کوہ کن و وامق و قیس ۔ بچکے آیا نہ کوئی عشق کے میدان سے ہنوز

ط ص۱۰۱ طعمۂ تیغ ہوے ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

خ تو جو مجلس میں نہیں ہوتا تو پیارے تجھ بغیر ۔ بوے بد دیتی ہے اور جوں استخواں جلتی ہے شمع

ط ص۱۶۸ ″ نہیں ہوتا ہے محفل میں تو اے عالی دماغ ″ ″ ″ مثل ″ ″

خ آرزو میں تری اے زہرہ جبیں یاروں کی ۔ آنکھیں رہتی ہیں لگی رخنۂ دیوار کے ساتھ

ط ص۲۰۸ ″ ہے ترے دیدار کی ایسی کہ مدام ″ ″ ″ روزن ″ ″

(۳)

خ ہم کو دینے لگے تم چھیڑ کے گالی کیا خوب ۔ آپ نے ہم سے ہی یہ چھیڑ نکالی کیا خوب

طص ۶۸ بات کرتے ہی سنائی ہمیں " " — " " " نئی " " "

خ صبحدم لخت جگر کیوں مرے پلکوں سے گرے — مصحفی ہم نے یہ پایا اثرِ نالۂ شب

طص ۶۹ " " " کیسے گرے پلکوں سے — " " " " "

خ کب خون میں بھرا دامنِ قاتل نہیں معلوم — کس وقت یہ دل ہوگیا بسمل نہیں معلوم

طص ۱۳۲ " " بھرے " " " — کب صاحبِ دولت ہو یہ " "

خ وہ بحر ہے دریائے سرشک اپنا کہ جسکا — پہنائی نظر آوے ہے ساحل نہیں معلوم

طص ۱۲۳ " " " " — ملاح تو کیا نوح کو " "

خ اس کے در پہ ہی جو رہتا ہوں پڑا میں دن رات — مجھ سے جھنجھلا کے کہے ہے ترا گھر ہے کہ نہیں

طص ۱۲۸ " " جو میں بیٹھا تو یہ جھنجھلا کے کہا — مصحفی جا بھی یہاں سے " "

خ ناوں سے میرے آگ نکلتی ہے ابتک — تربت کی میری خاک بھی جلتی ہے اب تک

طص ۱۱۵ " " " " " — خاکِ مزار بھی مری " " " "

پورے پورے مصرعوں کی ترمیم مصحفی کے کلام میں کہیں ایسے مصرعے بھی تھے جن کی زبان بلند نہ تھی یا طرز بیان عمدہ نہ تھا بعض وہ مصرعے تھے جن کی عبارت بدل دینے سے مضمون زیادہ بلند اور پر زور بنایا جاسکتا تھا ایسے مصرعوں کو بدل کر اس نمایاں کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے،

خ اس گل کی باغ میں جو صبا نے چلائی بات — غنچہ نے مسکرا کے کہا ہم نے پائی بات (مجموعۂ نغز، آب حیات ۱۹۱ جلد ۲ ۱۵۱)

طص ۲۰ پیکِ صبا نے اُس کے دہن کا کیا جو ذکر — " " " "

خ کس طرح کوئی روک رکھے اسکو کیا کرے — عمرِ رواں تو جاتی ہے آبِ رواں کی طرح

طص ۲۲ روکے کوئی سوار اسے کیا عناں کی طرح — " " " "

خ بلبل وہ ہوا کون گلستاں میں کہ جس کے — اوڑتے ہوے پھرتے ہیں پر و بال ہوا پہ

طص ۹۱ برباد گلستاں میں ہوا کون یہ طائر — " " "

خ گاڑ دیویں مجھے جس خاک میں با چہرۂ زرد — پھر عجب کیا ہے کہ اس خاک سے زر پیدا ہو

طص ۱۰۲ زردیِ چہرہ پس مرگ بھی دکھلائے اثر — کیا " ہے کہ مری " "

(۲)

خ نخل ماتم ہو مری آہ ثمر اس کا دل — نخل ماتم سے سنا ہو کہ ثمر پیدا ہو

طص ۱۰۲ بے اثر آہ مری ہے تو تعجب کیا ہے — " " "

خ کیا تصور کی قلم قابل تحریر نہ تھی — دل پہ کیوں نقش نہ کی صورتِ شیریں فرہاد

طص ۸۲ نہ ہوئی شاد تری خاطر غمگیں فرہاد — " " " "

خ عالم یہ کچھ ہے اپنی دعا کا کہ ان دنوں — فریاد بھی بلند ہے دستِ دعا کے ساتھ

طص ۲۰۰ دل جانتا ہے خوب، نہ ہوگا کبھی اثر — " " " " "

خ مصحفی مصر محبت کی کروں کیا تعریف — کونسا شہر ہے اس گرمی بازار کے ساتھ

طص ۲۰۸ وصفِ اقلیم محبت کا کرے کیا کوئی — " " "

خ لخت لخت دل میں ہے عکسِ فروغِ داغِ عشق — کیوں نہ میں اسکو کہوں آئینہ خانے کا چراغ

طص ۱۱۱ عکسِ داغِ عشق میرے لخت لختِ دل میں ہے — " " " "

پورے پورے اشعار کی اصلاح بعض ایسے اشعار تھے جن کا مضمون گو برا نہیں لیکن الفاظ اور ان کی بندش چست نہ تھی یا جنہیں ترمیم کر دینے سے مضمون زیادہ پر شکوہ ہو سکتا تھا، ایسے موقعوں پر پورے شعر میں بھی ترمیم کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا گیا ہے،

خ میں تو جاتا ہوں چلا نالہ یہ کہکر کیجیو — تجھ سے اے آہ اگر ہوے ہوا داریِ دل

طص ۱۱۸ کوچۂ یار میں جا کر کبھی باندھی نہ ہو، — ہو سکی آہ سے بھی کچھ نہ ہوا داریِ دل

معنوی تبدیلیاں بعض ایسے اشعار ہیں جن کے معنی کسی شعریت کے حامل نہ تھے، یا اُن کے مفہوم میں کوئی گہری اہمیت نہ تھی، ترمیم کرکے ایسے معنی کے حامل بنانے کی کوشش کی ہے جو استاذ کے مناسب تھے،

خ یہ ابر سیہ تاب نہیں، اوڑکے گیا ہی؛ عاشق کا مرے نامۂ اعمال ہوا پر

طم ۱۰۹ گھر گھر کے نہیں ابر سیہ آتا ہے ساقی مستوں کا یہ ہے " " "

خ یوں ہے یک طور فلکِ گرد عالم کا محیط گرد نقطہ سے ہو جس طرح کہ پرکار کا خط

طم ۱۰۵ خال کے گرد ہے یوں چہرۂ دلدار کا خط " " " "

خ منعم تو ہو رہا ہے گرفتارِ سنگ و خشت کعبہ کو جائے کیونکر معمارِ سنگ و خشت

طم ۲ " عبث عبث " " " دب جائیگا کبھی تہ دیوار

خ شانہ کرتا ہے جو تقریر پریشانیِ زلف ظاہرا خط کو ہوئی خدمت دیوانیِ زلف

طم ۱۱۳ مٹ گیا حسن کھلی وجہ " " خط عارض " " "

اصلاحوں کی غرض و غایت اصلاحوں کی مذکورۂ بالا مثالوں سے دیوان مصحفی کے رامپوری نسخہ کی حیثیت واضح ہو چکی ہو گی، ان اصلاحوں کی غرض و غایت بھی نظروں سے چھپی ہوئی حقیقت نہیں، مصحفی کے دواوین کمیاب بلکہ نایاب تھے، اس وقت بھی بڑی کوششوں سے یہ چند دفتر دستیاب ہو سکے تھے، ان کا انتخاب امیرؔ و اسیرؔ کے سپرد ہوا، امیرؔ اسیرؔ کے شاگرد رشید اور اسیرؔ مصحفی کا نام روشن کرنے والے شاگرد اور وقت کے مشہور استاذ تھے، اپنے استاذ کا کلام انتخاب کرنے میں پوری کوشش سے کام لیا لیکن پھر بھی بہت سی ایسی چیزیں آگئیں جن کو ان کی بعض حیثیتوں کی بنا پر چھوڑنا بھی گوارا نہ تھا، لیکن اسی طرح بلا کتر بیونت کئے پیش کر دینے کو بھی جی نہ چاہتا ہوگا، کیونکہ زمانہ میں بہت فرق ہو چکا تھا، مذاقوں میں بھی یک گونہ تبدیلی پیدا ہو گئی تھی زبان کے اعتبار سے بہت سے غیر مانوس الفاظ، فقرے موجود تھے، اس پر نواب خلد آشیاں کا دربار کون شاعر اپنے استاذ کو بڑھا چڑھا کر نہ پیش کرنا چاہتا ہوگا، چنانچہ وہی ہوا جو ایسے حالات میں ہونا چاہئے تھا، استاذ کے کلام

پر خوب خوب زور طبیعت صرف کیا گیا اور اپنے خیال میں ایسا کلام سامنے رکھا گیا کہ اُس دور کے کسی صاحب مذاق کو کچھ کہنے کی گنجایش نہ ہو، گو بعض بعض اصلاحوں پر کچھ نہ کچھ کہا جا سکتا ہے، لیکن موضوع سے خارج ہونے کی وجہ سے نظر انداز کرتا ہوں،

مصححین کی غلط فہمی حقیقت یہ ہے کہ ان تصحیح کرنے والوں کو دھوکا ہوا، بزرگوں کی محنتیں اور ان کے کام صرف اسی لئے نہیں ہوتے کہ ہم ان سے وہی فائدہ اٹھائیں جو ان کے زمانے میں اٹھائے جاتے تھے یا ان کو اپنی قسم کی آخری اور مکمل چیز ثابت کرنے کی کوشش کریں، ہمارے لئے ان میں ان کے علاوہ بھی بہت کچھ ہوتا ہے، کیا ہمارے لئے اگر بفرضِ محال کوئی دوسرا فائدہ نہ ہو تو یہ کم ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے زمانے کی خصوصیات سے، ان کے احساسات سے، ان کے طرزِ بیان اور ان کے مذاق سے واقف ہو جائیں، لیکن اگر ہم نے صرف اپنے ذوق پسندیدگی پر یہ سب کچھ تج دینے کی کوشش کی تو غالباً یہ کوئی مبارک کوشش نہ ہوگی،

جہاں تک مصحفی کا تعلق ہے وہ ایک نہایت پرگو شاعر تھے بہت سے الفاظ اور ترکیبیں ان کے دور میں معیوب نہ تھیں، لکھنؤ کے رؤسا سے تعلق تھا، انشا، جرأت اور رنگین جیسے معاصر تھے نت نیا شگوفہ کھلتا تھا، لفظی معرکے گرم تھے، روزمرہ کی چپقلشوں نے ایک ایک زمین میں سینکڑوں شعر کہنے پر مجبور کر دیا تھا، سنجیدہ قوافی اور ردیفوں کے بجائے سقنقور کی گردن اور لنگور کی گردن قسم کے قافیے اور ردیفیں سامنے تھیں، ایسی صورت میں اگر مصحفی کے کلام میں کہیں کہیں کمزوریاں نظر آتی ہیں تو کوئی قابلِ اعتراض نہیں، اگر میر اپنے بہتر نشتروں سے مشہور ہیں تو غریب مصحفی کیوں محتاجِ اصلاح اور تصحیح ہوتا ہے، ان سب کے باوجود اگر دیوان کی ضخامت بڑھانے کے خیال کو چھوڑ کر ان کے کلام کا صحیح اور گہرا انتخاب کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اچھوں اچھوں کے کلام پر بھاری ہوگا،

اعتذار آخر میں بطور معذرت عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ ان اوراق کو سیاہ کرنے سے میرا مخلصانہ مقصد یہ تھا کہ چونکہ دیوانِ مصحفی کا نسخہ رامپور میں شائع ہوا جس میں ان اساتذہ کی کوششوں کو دخل تھا جن پر خود رامپور بھی بجا ناز کر سکتا ہے، خود مصحفی نے بھی دلی چھوڑ کر جہاں سب سے پہلا تعلق پیدا کیا وہ رامپور کا ہی رئیس تھا، اسلئے مناسب یہی تھا کہ اسکے شائع کرنے میں جو فروگذاشتیں ہمارے یہاں ہو گئی ہیں دوسروں کے متوجہ کرنے سے پہلے ہی ہم اُن کا اعتراف کریں،

تلخیص و تبصرہ

مسلمانوں کی تبلیغی کوششیں

رسالہ مسلم ورلڈ (جولائی ۳۷ء) میں اطالوی جریدہ الپنسیرو مشینریو (Il pensiero - missionario) کے ایک مقالہ کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا ہے، جس میں مقالہ نگار نے مسلمانوں کے اعداد و شمار پیش کر کے ان کی تبلیغی سرگرمیاں دکھائی ہیں، اور اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جو مسلمانوں کے جمود سے متعلق عیسائیوں میں پھیلی ہوئی ہے، مضمون طویل ہے ہم اس کا خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں:-

ان متعدد قدیم اور غلط خیالات میں جو تبلیغی اور مذہبی حلقوں میں پھیلے ہوئے ہیں، ایک خیال یہ بھی ہے کہ اسلام ایک ساکن اور غیر ترقی پذیر مذہب ہے، صورتِ واقعہ اس سے بالکل مختلف ہے، اسلام ہر طرف آگے بڑھ رہا ہے خاموشی کیساتھ، لیکن مسلسل اور مستقل طور پر آج مسلمان پھر یورپ، اور ساری دنیا کی فتح کے لئے قدم آگے بڑھا رہے ہیں، اب بجائے اسلحہ کے وہ نرم اور دلنشیں طریقوں سے کام لے رہے ہیں، اور یورپ اور امریکہ جنکا آبائی مذہب عیسائیت ہے، اسلام قبول کرنے کیلئے آمادہ نظر آتے ہیں؛

ہر مسلمان جو اپنے مذہب کا پابند ہے، ایک مبلغ ہے، اسلام اپنی تمام مشرقی دلآویزیوں کے ساتھ ترقی کرتا ہے، اعداد و شمار اسکی صداقت شہادت ملتی ہے ۱۸۰۰ء میں دنیائے اسلام دو سو مطیعوں کی مالک تھی، آج اس کے مطیعوں کی تعداد آٹھ سو اسی ہے، دنیا میں اسلام کی اشاعت کا اندازہ مندرجہ ذیل اعداد سے ہوگا:-

	مسلمان	کیتھولک
یورپ	۲۲ ۴۳۴ ۴۱۹	۲۰۹ ۶۷۲ ۶۶۹
ایشیا	۱۵۴ ۱۳۸ ۳۹۱	۱۹ ۱۹۶ ۹۵۶
افریقہ	۵۳ ۸۴۵ ۶۶۶	۶ ۶۰۴ ۹۶۴
شمالی و جنوبی امریکہ	۱۲۰ ۰۰۸	۱۳۶ ۳۵۷ ۴۲۵
اوشانیا	۲۹ ۷۵۰ ۰۹۵	۲ ۰۸۵ ۸۱۴

دنیا کی مجموعی آبادی (۲۰۵۳ ۶۰۰ ۰۰۰) ہے، اس میں مسلمان (۲۶۰ ۲۸۸ ۵۷۹) اور کیتھولک (۳۷۳ ۸۳۰ ۱۹،) ہیں، یعنی تناسب فی صدی کیتھولک کا (۱۸٫۲) اور مسلمانوں کا (۱۲٫۶) ہے،

ایشیائی ممالک میں ہندوستان کے بعد مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد ڈچ ایسٹ انڈیز (جاوا، سماترا، بورنیو) میں ہے، جہاں ان کا شمار (۴۰ ۰۰۰ ۰۰۰) ہے، وہاں کے مسلمان بہت منظم ہیں، بہتیرے پرائیویٹ اسکول ہیں، جن کے اخراجات کی (۵٫۷) فی صدی آمدنی چندوں سے حاصل ہوتی ہے ایک ادارہ یونیورسٹی کی حیثیت کا ہے، جس کے ساتھ ہوابازی کا ایک اسکول بھی ہے، ابتدائی تعلیم کی اشاعت کے باوجود (۹۵) فی صدی آدمی ابھی تک بے پڑھے لکھے ہیں، انجمنیں بہت سی ہیں، ان میں سب سے بڑی انجمن شرکت اسلام ہے، ایک اور طاقتور انجمن "محمدیہ" ہے، جس کے ممبروں کی تعداد پندرہ ہزار ہے، یہ ممبر ایک سو تیس حلقوں میں تقسیم ہیں، ہر حلقہ میں ایک مسجد اور ایک مدرسہ ہے، علاوہ بریں انجمن کی طرف سے شفاخانے اور یتیم خانے قائم ہیں، ڈچ ایسٹ انڈیز کے مسلمانوں کی اقتصادی حالت عموماً اچھی ہے،

چینی ترکستان یا سنکیانگ تقریباً تمام تر ایک اسلامی علاقہ ہے، حال کی بغاوتوں کے بعد اس ملک نے ایک مسلمان فرمانروا کی سرکردگی میں آزادی حاصل کر لی ہے، آزادی کے بعد سے ہر جگہ مذہبی، علمی، اور رفاہی انجمنیں قائم ہوگئی ہیں، مدرسے اور مسجدیں بن گئی ہیں، اور متعدد اخبارات شائع ہوتے ہیں، مسلمانوں کی تعداد اسی لاکھ ہے

دوسرا ملک جس میں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، منچوکو (سابق منچوریا) کی نئی ریاست ہے، یہاں متعدد بڑے بڑے آدمی اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے ہیں، جن میں کچھ فوجی افسر بھی ہیں، ۱۹۳۵ء سے شہنشاہ چین کے ایک بھائی شہزادہ علی یوکان نے بھی نہایت سرگرمی سے اپنے جدید مذہب اسلام کی تبلیغ و اشاعت شروع کردی ہے، مسلمانون کی تعداد میں اضافہ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اب سے تیس سال قبل تاتاری اور باشقیری نو واردوں کی ایک چھوٹی سی جماعت خاربین میں آکر آباد ہوئی تھی، جکی تعداد اسوقت تقریبًا دو ہزار ہوگئی ہے، ان لوگوں نے ایک مسجد اور ایک مدرسہ بھی تعمیر کرلیا ہے، مضافات میں ایک اسلامی گاؤں آباد ہوگیا ہے جس میں تین مسجدیں ہیں، پایہ تخت سن کنگ مین پچیس ہزار مسلمان ہیں، اور فوج اور حکومت کے بڑے بڑے عہدہ دار مسلمانوں کی مدد کرتے رہتے ہیں، مکڈن میں مسلمانوں کی تعداد تقریبًا تیس ہزار ہے، پانچ مسجدیں ہیں، اور مسلمانون کا ایک اخبار بھی ہے، جو ملک کے بہترین اخباروں میں ہے، ۱۹۳۳ء کی مردم شماری کی رو سے منچوکو میں مسلمانونکی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار اور مسجدوں کی ایک سو پچاس ہے،

ایسی ہی حیرت انگیز ترقی کوریا میں بھی نمایان ہے، جہاں سوویٹ روس کے جلا وطنوں کو حکومت کی طرف سے مدد اور ایک مسجد دی گئی ہے،

قابل اعتماد اعداد و شمار کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے چین میں مسلمانوں کی تعداد کم سے کم پچاس لاکھ اور زیادہ سے زیادہ پانچ کرور بتائی جاتی ہے، بہرحال مسلمان کچھ نہ کچھ پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، سب سے بڑی تعداد قنصوا اور یون نان کے صوبوں میں ہے، پاپنگ میں مسلمانوں کا شمار دو لاکھ ہے جمہوری دور سے پہلے حکومت مسلمانون کی مخالف تھی، اور آج بھی وہ عمومًا اچھی نظروں سے نہیں دیکھے جاتے، اسی وجہ سے وہ اپنے کو علٰحدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں دوسرے ملکوں کے مسلمان بھی اپنے چینی بھائیوں کے حالات سے بہت کم واقف ہیں، جکی وجہ فاصلہ کی دوری اور آمد و رفت اور زبان کی مشکلات ہیں، لیکن ان حالات کے باوجود چینی مسلمان ترقی کر رہے ہیں، آج یون نان فو، پاپنگ، شنگھائی، اور زیچوان میں ابتدائی مدرسوں اور مسجد کے مکتبوں کے علاوہ جدید طرز کے

ہائی اسکول بھی ہیں، ان ہائی اسکولوں میں سے (۳۶) نانکنگ میں، (۳۵) پاپنگ میں، (۱۱) شنگھائی میں (۱۴) تنیس ٹن مین، (۱۰) چنگ تو میں، (۶) یون نان فو میں، اور (۵) کانٹن میں ہیں، ۱۹۱۱ء سے ایک انجمن ترقی اسلام کام کر رہی ہے، ۱۹۳۱ء میں اس انجمن نے اماموں اور مبلغوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا ہے، چین میں ایک سو سولہ ۱۱۶ ابتدائی مدارس، باسٹھ ۶۲ انٹرمیڈیٹ اسکول اور آٹھ اعلیٰ تعلیم کے ادارے ہیں، ۱۹۳۱ء سے چینی طلبہ تعلیم کے لئے جامع ازہر جارہے ہیں، اور وہاں سے اساتذہ کی حیثیت سے وطن واپس آتے ہیں مسلمانون کا ایک مطبع پاپنگ میں ہے، جہان سے ایک رسالہ نکلتا ہے، دوسرا ٹنیٹسن میں جاری ہو رہا ہے، تیسرا مطبع شنگھائی میں ہے، جہان سے بین الاقوامی انجمن اسلامیہ کا رسالہ (جو غالبًا تحریک احمدیہ کی ایک شاخ ہے) چینی، جاپانی، اور انگریزی زبان میں شائع ہوتا ہے، اور اس کا مقصد صاف طور پر تبلیغ و اشاعت ہے،

سیاسی حیثیت سے اگرچہ چینی مسلمانوں کی حالت بہ نسبت پہلے کے بہتر ہے، تاہم قوم پرور حکمران جماعت مسلمانوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتی، اور ان کی حب الوطنی کے اعتراف اور قدر دانی کے باوجود چاہتی ہے کہ وہ بتدریج فنا ہوجائیں، اقتصادی نقطۂ نظر سے شہر اور دیہات کے مسلمانوں میں نمایاں فرق ہے، بڑے بڑے شہروں کے مسلمان جو عمومًا تاجر ہیں، آسودہ حال ہیں، دیہات کے لوگ نسبتًہ غریب ہیں بحیثیت مجموعی ان کی اقتصادی حالت اچھی نہیں ہے، حکومت کے بہت سے عہدہ دار اور متعدد فوجی افسر مسلمان ہیں،

حال تک جاپان میں اسلام داخل نہیں ہوا تھا، لیکن بااثر اشخاص اور حکومت کی مہربانی نیز بہتیرے آدمیون کے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے آج یہ صورت نہیں ہے، ۱۹۲۵ء میں مذہب اور تمدن کی اشاعت کے لئے ٹوکیو میں انجمن اتحاد اسلامی (Islamic Union.) قائم کی گئی، دس سال کے اندر اس انجمن نے ایک مدرسہ اور ایک مطبع قائم کرلیا، ٹوکیو میں ایک مسجد اور ایک قبرستان بناڈالا، قرآن مجید کا ایک ترجمہ شائع کیا اور دوسری مسجدوں کی تعمیر کا خاکہ تیار کرلیا، اس انجمن کو جاپان کے روشن خیال

اشخاص کی حمایت حاصل ہے، اور ۱۹۲۴ء سے حکومت کی طرف سے ایک ماہوار رسالہ ترکی زبان میں شائع ہوتا
جس کا مقصد یہ ہو کہ اسلامی مشرق سے رابطہ اتحاد زیادہ مضبوط کیا جائے، اسی سال ٹوکیو میں ایک اور انجمن اسلام
کی تبلیغ و اشاعت کے لئے قائم کی گئی، ۱۹۲۸ء میں ایک مسجد کوب میں تعمیر ہوئی، ہندوستان، ملایا، عرب، اور
روس سے بہت سے مسلمان جاکر جاپان میں آباد ہو گئے ہیں، اسوقت جاپان میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً سات
چار ہزار ہے، جاپانی لوگ قبول اسلام کے بعد اپنے جدید مذہب کی تبلیغ میں بڑی سرگرمی دکھا رہے ہیں،

افریقہ کی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب ۴۲ فی صدی ہے، لیکن یہ تناسب براعظم کے مختلف حصوں
میں بہت زیادہ مختلف ہے، چنانچہ شمال مشرق میں مسلمانوں کا اوسط (۸۲) فی صدی ہے، مشرق میں (۱۰)
فی صدی، مغرب میں (۳۲) فی صدی، وسط میں (۴) فی صدی، اور جنوب میں صرف (۲) فی صدی، اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ افریقہ میں سب سے بڑا اسلامی ملک مصر ہے، اس کے بعد مراقش، الجزائر، شمالی نائجیریا اور
انگریزی مصری سوڈان ہے، الجزائر صدیوں سے ایک اسلامی ملک ہے لیکن آج کل اسمیں ایک تازہ مذہبی
سرگرمی نمایاں ہو رہی ہے، اور متعدد انجمنیں مسلمانوں کی مذہبی، اجتماعی، اور سیاسی تنظیم کے لئے قائم ہو رہی
ہیں، یہ اس امر کا تازہ ثبوت ہے، کہ ایسے ملکوں میں بھی جہاں مسلمانوں کی اکثریت بہت زیادہ ہے، یہ لوگ
اپنی مذہبی سرگرمیوں کو چھوڑتے نہیں، اور وقتاً فوقتاً تبلیغ و اشاعت کیلئے جوش ظاہر کرتے رہتے ہیں،

سلطنت عثمانیہ کے خاتمہ اور جمہوریہ ترکی کے قیام کے بعد مصر دنیائے اسلام کا مرکز ہو گیا ہے، اور
اس کا قلب جامع ازہر ہے، ان تمام مسائل پر جن کا تعلق دنیائے اسلام سے ہے، ازہر میں بحث ہوتی ہے،
کوئی اسلامی ملک ایسا نہیں ہے، جس کے طلبہ یہاں تعلیم نہ حاصل کرتے ہوں، یہیں انجمن شبان المسلمین قائم ہوئی
ہے جس کی تحریک تمام دنیائے اسلام کے نوجوانوں میں پھیل رہی ہے، اس انجمن کا مقصد تعلیم قرآن کی اشاعت
اور دین کی حمایت و حفاظت ہے، نوجوانوں کی جتنی انجمنیں اس تحریک سے پیدا ہوئی ہیں، سب کا مرکز قاہرہ
میں ہے، اور ان سب کے صدر ڈاکٹر عبد الحمید سعید بے ہیں، جو عیسائیت اور مغربیت کے مشہور مخالف ہیں،

مصر سے تبلیغی مشن دوسرے ملکوں کو بھی بھیجے جاتے ہیں، خود مصر کے اندر اوسطاً آٹھ سو قبطی ہر سال اسلام میں
داخل ہوتے ہیں،

مغربی افریقہ کے بت پرست حبشیوں کا حال بھی وہی ہے، جو ہندوستان کے اچھوتوں کا ہے، وہ بھی
تبدیل مذہب کے لئے اچھوتوں ہی کی طرح آمادہ ہیں، وہ اپنے مذہب کی پستی سے برداشتہ خاطر ہیں، اور ایک
ایسے دین کو اختیار کرنا چاہتے ہیں، جس سے ان کی سوشل حیثیت بلند ہو سکے، حبشیوں کو یہ چیز اسلام میں آسانی
سے حاصل ہو جاتی ہے، اور اسلامی تبلیغ ان میں بہت زیادہ کامیاب ہو رہی ہے، نیاسا میں دس سال کے اندر
اسلام عام طور پر پھیل گیا ہے، ہر گاؤں میں کچھ مسلمان ہیں، اور ان کی جھونپڑے کی مسجدیں ہیں، فرانسیسی
مقبوضات میں جن میں شمالی اور مغربی افریقہ کا ایک بڑا حصہ شامل ہے، حکومت اسلامی مبلغوں کی حامی
ہے، جسکی وجہ سے تبلیغ میں بڑی مدد ملتی ہے، مغربی افریقہ میں مسلمان تاجروں کے ذریعہ سے بھی اسلام کی
اشاعت ہوتی رہتی ہے، یہ تاجر ساحلی مرکزوں سے نکل کر اندرون ملک میں دورے کرتے رہتے ہیں،

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں مسلمان زیادہ تر بڑے بڑے شہروں میں آباد ہیں،[1] مثلاً نیویارک، ڈیٹرائٹ،
پٹس برگ، شکاگو، بوسٹن، اور سان فرانسسکو، ان میں سے ہر شہر میں ایک مسجد ہے، مسلمانوں کی بڑی بڑی
انجمنیں ہیں، مثلاً ترکی ہلال احمر (Red Turkish Crescent.) انجمن فلاح المسلمین
(Association for moslem welfare.) انجمن اتحاد اسلامی
(Islamic Union.) اور انجمن تبلیغ الاسلام (Association for the diffusion of islam) بڑے مرکزوں میں تبلیغ کا کام جاری ہے، اور تخمیناً پندرہ ہزار

[1] ریاستہائے متحدہ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد مقالہ نگار کے بیان کے مطابق (۱۷۵۰۰۰) ہے جنمیں سے (۵۰۰۰) امریکن
نو مسلم ہیں، لیکن مسلم ورلڈ کا ایڈیٹر لکھتا ہے کہ وہاں مسلمانوں کی مجموعی تعداد (۴۰۰۰۰) سے کم ہے، ڈاکٹر ذکی علی کے پیشکردہ
اعداد کی رو سے جو رسالہ اسلام لاہور، (۲۲ر مئی ۱۹۳۶ء) میں شائع ہوئے تھے، شمالی امریکہ میں مسلمانوں کا شمار (۱۰۰۰۰۰) ہے
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ریاستہائے متحدہ میں مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ سے کم ہے،

آدمی ہر سال اسلام قبول کر لیتے ہیں،

برطانیہ میں اسلامی تبلیغ کی سرگرمی بہت نمایان ہے، وہاں ایک برٹش مسلم سوسائٹی ہے جس کا مرکز لندن مین ہے، لارڈ ہیڈلے اپنی وفات تک اس کے صدر رہے، برطانوی مسلمانوں کی تعداد تقریباً پانچہزار ہے ان میں سے اکثریت لندن والوں کی ہے بعض ممتاز خاندانون کے رکن ہیں، احمدی جماعت کا بہت اثر ہے، لارڈ ہیڈلے کی وفات کے بعد ان کے جانشین سر عمر ہیو برٹ رینکن نے احمدی تحریک کی مخالفت کی، اور انھیں استعفا دینے کے لئے مجبور کیا گیا، اس کے بعد رینکن لندن کی ایک دوسری اسلامی انجمن کے صدر ہوگئے، جو الازہر کی ہدایت کے مطابق تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے، اس انجمن کا نام مسلم سنی ایسوسی ایشن آف گریٹ برٹین (- Moslem Sunnite Association of Great britain) ہے، اس وقت تک اس کے ڈیڑھ سو ممبر ہو چکے ہیں، جو برٹش مسلم سوسائٹی سے علحدہ ہو کر اس میں شامل ہوگئے ہیں،

فرانس کے نصف سے زیادہ مسلمان پیرس میں آباد ہیں، جہان ان کی تعداد (۲۰۵۰۰) ہے پیرس میں ایک خوبصورت مسجد بھی ہے، جو حکومت کے روپیہ سے بنی ہے، اور اس کا افتتاح جنگ عظیم کے بعد ہوا ہے، ۱۹۲۹ء میں ایک مسلم انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا، جس میں زبان اور مذہب کی تعلیم ہوتی ہے، ۱۹۳۴ء میں ایک عظیم الشان ہسپتال پچیس ملین فرنیک کی لاگت سے کھولا گیا ہے، اور پیرس کی میونسپلٹی نے قبرستان کے لئے بھی زمین عطا کی ہے،

جرمنی مین مسلمانوں کی آبادی دو ہزار ہے یعنی پوری آبادی کی (۳ء) فی صدی، برلن میں ایک مسجد ہے، اور وہان سے ایک پان اسلامی رسالہ الاتحاد الاسلامی بھی شائع ہوتا ہے، برلن میں مسلمانوں کی ایک انجمن بھی ہے، جس کے صدر ایک نومسلم ڈاکٹر حامد مارکس، اور ناظم مسجد کے ہندوستانی امام ایس، ایم عبد اللہ ہیں،

وسط یورپ میں مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں وائنا، وارسا، اور بوڈاپسٹ میں ہیں، وارسا میں ایک مسجد زیر تعمیر ہے، اور بوڈاپسٹ میں بھی جہان مسلمانون کی تعداد دو ہزار ہے، ایک مسجد بنانے کی تجویز ہے پریگ میں ایک انجمن اتحاد الاسلام کے نام سے قائم ہے،

جوگوسلاویا میں مسلمانوں کی تعداد (۱۳۳۷۶۸۰) ہے، اور انھیں پوری آزادی حاصل ہے یہی وجہ ہے، کہ وہ خوب منظم ہیں، ان کے سیکڑوں ابتدائی مدارس اور سائنس کے ہائی اسکول ہیں، دو عدالتیں ہیں مسلمانون کو حکومت میں قوت اور اثر کی جگہیں بھی حاصل ہیں، پارلیمنٹ میں تیس مسلمان نائب (Deputy.) اور متعدد سنیاتی (Senator) ہیں مسلمان اپنے اخبارات اور رسائل شائع کرتے ہیں، اور بوسنیا میں ان کے متعدد مطبعے ہیں، دو ہزار مسجدین ہیں، جن میں سے ایک سو سراجیو میں ہیں، جہان مسلمانون کی آبادی پچاس فی صدی ہے،

یونان میں بھی جہان مسلمان صرف دو فی صدی ہیں، حکومت نے ایک قطعۂ زمین مسجد کی تعمیر کے لئے مسلمانوں کو دیدیا ہے، یہ اس مہمان نوازی کا صلہ ہے، جو یونانی شہریوں کے ساتھ مصر میں برتی گئی تھی،

اسپین میں جمہوری حکومت کی حوصلہ افزائی سے اسلامی علوم و فنون کی تحقیق و مطالعہ کے لئے دو ادارے میڈرڈ اور غرناطہ میں ۱۹۳۲ء میں قائم ہوگئے ہیں، ان اداروں کی وجہ سے قدیم اسلامی تہذیب و تمدن سے دلچسپی لیجانے لگی ہے، اور یہ تحریک ترقی کر رہی ہے، "ع ز"

علم اور اسلام

فرانس کے مشہور فلسفی ارنسٹ رینان نے "علم اور اسلام" کے نام سے ایک لکچر دیا تھا، اور اس میں یہ ثابت کیا تھا کہ اسلام علم کا مخالف ہے، مشہور مصلح جمال الدین افغانی نے اس کا رد لکھا، اس میں اس لکچر کا مع رد کے ترجمہ کیا گیا ہے، ضخامت ۸۰ صفحے، قیمت: ۱۰/

"منیجر"

آپریشن سے دماغی امراض کا علاج

بیس پچیس سال پہلے دماغ کے آپریشن بہت کم ہوا کرتے تھے، لیکن جنگ عظیم میں سر کے زخمیوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی، کہ اسوقت سے یہ آپریشن بھی کثرت سے ہونے لگے، نیز موٹر کے حادثوں سے جو صدمے سروں کو آئے دن پہونچتے رہتے ہیں، ان کی وجہ سے بھی دماغ کا آپریشن فن جراحی کا ایک بڑا مسئلہ بن گیا ہے، اس سلسلہ میں دماغ سے متعلق بہت کچھ معلومات بھی حاصل ہوگئے ہیں، مثلاً ایک گورے آدمی کے دماغ کا وزن تقریباً تین پونڈ ہوتا ہے، عورت کے دماغ کا وزن مرد کے دماغ سے تقریباً پانچ آونس کم ہوتا ہے، اور اس کا قد بھی نسبتہً چھوٹا ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود عورت کا دماغ مرد کے دماغ سے کسی حیثیت سے بھی کم درجہ نہیں ہوتا، یہ ضروری نہیں کہ جو دماغ قد میں بڑا ہو، وہ ذہانت کے لحاظ سے بھی بہتر ہو، چھ فٹ چار انچ قد والے پہلوان کا دماغ ہو سکتا ہے، پانچ فٹ والے آدمی کے دماغ سے بڑا ہو، لیکن یہ ضروری نہیں کہ پہلا شخص دوسرے سے زیادہ ذہین بھی ہو، ذہانت کا تعلق دماغ کے وزن سے نہیں بلکہ خون کی رسد سے ہی، جو دماغ تک پہنچتی رہتی ہے، یہ رسد جتنی زیادہ ہوگی، دماغ بھی اتنا ہی زیادہ قوی اور ذہین ہوگا، ڈاکٹر ہرڈلیکا (A. Hrdlicka) مشہور ماہر انسیات، امریکہ کی رائے ہے کہ بیس سال کی عمر تک پہونچنے کے بعد لوگوں کی ذہانت میں اضافہ نہیں ہوتا، لیکن دماغ کا قد پچاس ساٹھ سال کی عمر تک بڑھتا رہتا ہے،

چونکہ دماغ کے آپریشن اب بہت ہوتے رہتے ہیں، اسلئے دماغی خرابیون کے متعلق ڈاکٹروں کو بہت کچھ معلومات حاصل ہوگئے ہیں، دماغ کی ایک عام بیماری جو کثرت سے پائی جاتی ہے، اس کے اندر دنبل (پھوڑا) کا پیدا ہو جانا ہے، دماغ کے دنبل عموماً دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک کم و بیش ٹھوس ہوتا ہے، اور اصل دماغ سے الگ رہتا ہے، یہ آپریشن کر کے آسانی سے نکالا جا سکتا ہے، دوسری قسم کا دنبل نرم ہوتا ہے، اور یہ دماغ کے اندر اس طرح پھیلا ہوا ہوتا ہے، کہ اس کے نکالنے میں بڑی دقت ہوتی ہے، اور خطرہ رہتا ہے کہ دماغ کے کچھ صحیح ٹکڑے بھی اس کے ساتھ نکل نہ آئیں، جو ہلاکت کا باعث ہو، اسی خطرناک صورت میں عموماً کاسۂ سر میں ایک سوراخ کر دیتے ہیں، جس سے اندر کا دباؤ ہلکا پڑ جاتا ہے، اور دماغ کا ایک حصہ پھول کر اس سوراخ میں آجاتا ہے،

جن لوگوں کے دماغ کے سامنے کے حصہ میں دنبل ہوتے ہیں، ان میں عموماً بلاپن، شوخی، کود پھاند اور جلد مشتعل ہو جانے کا مادہ ہوتا ہے، حال میں ایک عورت نیویارک کے دماغی ہسپتال میں آئی، اور اوس نے بیان کیا کہ مجھے بھوک نہیں معلوم ہوتی، درد سر رہتا ہے، اور لقمہ چبانے میں دقت محسوس ہوتی ہے، ہر شکایت کو بیان کرنے کے بعد وہ کھلکھلا کر ہنس دیتی تھی، اس چیز نے تشخیص کو مستحکم کر دیا، اوس کے دماغ کا آپریشن کیا گیا، اور داہنی جانب سے ایک بہت بڑا دنبل نکالا گیا، پانچ ہفتوں کے بعد وہ عورت بالکل تندرست ہوگئی،

ییل یونیورسٹی (Yale University) امریکہ میں دماغ کے آپریشن کا ایک نیا تجربہ کیا جا رہا ہے، وہاں دماغ کے ناقص حصّوں کو کاٹ کر نکال دیتے ہیں، یہ تجربہ ابھی شمپانزی بندروں پر کیا جا رہا ہے، تجربہ سے معلوم ہوا کہ اگر بندروں کے دماغ کے سامنے کا حصہ کاٹ کر نکال دیا جائے تو اس میں غصہ کرنے کا مادہ زائل ہو جاتا ہے،

ایک پرتگالی ڈاکٹر، مونز (Moniz.) نے اس قسم کا تجربہ انسانوں پر بھی شروع کر دیا

ہے، اس کے بعض مریض نہایت غمگین رہا کرتے تھے، اور ہر وقت اپنی مصیبتوں پر آنسو بہایا کرتے تھے
بعض ایسے تھے، جو اپنی خیالی تکلیفوں سے نجات پانے کے لئے مرجانا پسند کرتے تھے، ڈاکٹر مونز نے ان میں
سے ایک کو راضی کرکے اس کے دماغ کا آپریشن کر دیا، کاسۂ سر کے دونوں جانب چھوٹا سا سوراخ کرکے
بعض دماغی مرکزوں میں الکحل کا انجکشن کیا، پندرہ روز کے اندر مریض کو افاقہ ہونے لگا، موت کی خواہش
جاتی رہی، یہی تجربہ ڈاکٹر موصوف نے اُنیس دوسرے مریضوں پر بھی کامیابی کے ساتھ کیا، اس قسم کا آپریشن
توہمات کے مریضوں کے لئے بہت مفید ثابت ہو رہا ہے،

انسانی فضائل کا قدیم اور جدید معیار

افلاطون کے نزدیک انسانی فضائل کے بنیادی عناصر چار تھے:۔ حکمت، شجاعت، اعتدال، اور
عدل، مسیحی کلیسا کے قدیم پیشواؤں نے یہ خیال کرکے کہ ان فضائل کا تعلق صرف مادی زندگی سے ہے، تین
فضیلتوں کا اضافہ اور کیا، جو انسان کی روحانی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں، یعنی ایمان، امید، اور صدقہ، اس
اضافہ کے بعد انسان کے بنیادی فضائل کی فہرست مکمل سمجھ لی گئی، دوسری فضیلتیں انہی اصول کی فروع
شمار کی جانے لگیں،

حال میں امریکہ کے ایک مسیحی پیشوا نے ڈیڑھ ہزار آدمیوں کے پاس پچاس فضیلتوں کی ایک فہرست
تقسیم کرکے یہ دریافت کیا کہ ان میں سے کونسی سات فضیلتیں آج کل بنیادی فضیلتیں قرار دیجا سکتی ہیں، یہ
فہرست حسب ذیل ہے:۔

اتقان، طلب رفعت، قدر دانی، احسان، زندہ دلی، شجاعت، خوش خُلقی، قناعت، کشادہ
دلی، قوت فیصلہ، قابلیت اعتماد، جوش، دیانت، عفو، دوست پروری، سخاوت، نرمی، شکر گذاری
جفاکشی، ایمانداری، مہمان نوازی، تواضع، عدل، مہربانی، وفاداری، حلم، رحم، حیا، اطاعت شعاری

جرأت، صبر، تقوی، پابندیِ اوقات، عفت، حب الوطنی، استقلال، احترام، خود اعتمادی، ضبط نفس
عزت نفس، اخلاص، ثابت قدمی، ہمدردی، اعتدال، رواداری، تفکر، تکمیل، کفایت شعاری، راست
گوئی، بے غرضی،

مذکورۂ بالا استفسار کے جوابات ایک ہزار ایک سو پچاس آدمیوں کی طرف سے موصول ہوئے
کثرت رائے مندرجۂ ذیل فضیلتوں کے حق میں نکلی، جو امریکہ والوں کے نزدیک موجودہ زمانہ کی سات بنیادی
فضیلتیں ہیں، ہر فضیلت کے سامنے رائے دینے والوں کی تعداد درج ہے:۔

۱۔ ایمانداری (۴۰۰)
۲۔ شجاعت (۳۵۰)
۳۔ قابلیت اعتماد (۲۷۵)
۴۔ ضبط نفس (۲۰۰)
۵۔ وفاداری (۱۹۰)
۶۔ احترام (۱۵۰)
۷۔ عفو (۱۵۰)

آفتاب کی حرارت

نیویارک کے عجائب خانہ تاریخ طبعی کے شعبہ فلکیات کے معتمد ڈاکٹر کلائڈ فشر کے اندازہ کے مطابق سینٹی
گریڈ کے حساب سے اسٹیلین گیس کے لیمپ کی حرارت چھ ہزار درجہ ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں قلب آفتاب کی
حرارت چالیس ہزار درجہ ہے، اس حساب سے اگر اسٹیلین گیس کے شعلہ کے برابر قلب آفتاب سے شعلہ لے کر
شکاگو میں رکھدیا جائے، تو پورے شمالی امریکہ سے زندگی ناپید کر دینے کے لئے کافی ہے، ساری عمارتیں
جنگل اور زراعت جل کر خاکستر ہوجائیگی،

"ع ز"

باب التقریظ والانتقاد

رسالوں کے سالنامے اور خاص نمبر،

مجلّہ عثمانیہ جشن سیمیں نمبر حصہ اردو مرتبہ جناب سید اشفاق حسین صاحب متعلم ام اے و محمد شہاب الدین صاحب متعلم ایم اے، و حصہ انگریزی، مرتبہ سید محمد احسن صاحب بی اے، ایل ایل بی عثمانیہ، تقطیع اوسط، ضخامت حصہ اردو ۲۱۰ صفحات و حصہ انگریزی ۰۲ ۱ صفحات کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت عہ پتہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن،

اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے جشن سیمین کی تقریب میں مجلہ عثمانیہ نے یہ خاص نمبر نکالا ہے، یوں تو مجلہ کا ہر نمبر جامعہ عثمانیہ کے فرزندوں کی صلاحیت واستعداد کا بہترین نمونہ ہوتا ہے لیکن یہ نمبر خصوصیت کیساتھ جامعہ اور تقریب دونوں کے شایان شان، اور دولت آصفیہ کے متعلق مفید معلومات ومضامین سے معمور ہے، ابتدائی اوراق نعت ہمایونی "شاہزادہ پرنس آف برار، مہاراجہ یمین السلطنت کے پیامات اور ایڈرس کے جوابات سے مزین ہیں، پھر طلباے جامعہ کے نام مشاہیر ہندوستان کے پیامات ہیں، اس کے بعد مضامین کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جو دولت آصفیہ کے معاشی اقتصادی زرعی تجارتی حالات اور عہد عثمانی کے برکات اور کارناموں پر مشتمل ہیں "حیدر آباد کی تعلیم اور اردو"، "عہد عثمانی میں علوم عربیہ کی خدمات"، "عہد عثمانی میں حیدر آباد کی اردو مطبوعات"، "حیدر آباد میں جدید علمی تحریکات"، "اردو ڈرامہ کا دور جدید اور حیدر آباد"، "حیدر آباد میں ایک یادگار علمی مباحثہ" وغیرہ مضامین مفید اور پر از معلومات اور حیدر آباد کی جدید علمی ترقیوں کا آئینہ ہیں "حیدر آباد کے

زرعی وسائل"، "عہد عثمانی میں ملک سرکار عالی کی دیہی تنظیم"، "نظام ساگر"، "جامعہ عثمانیہ کے مزدور"، میں حیدر آباد کے زرعی اقتصادی اور عمرانی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے، ان کے علاوہ "چاند بی بی"، "پریم نگر (حیدر آباد کی روحانی کرنین)" متعدد تاریخی اور ادبی مضامین بھی ہیں، انگریزی حصہ بھی اسی معیار کا ہے، اس کا آغاز "ملوک الکلام" کے کامیاب انگریزی ترجمہ سے کیا گیا ہے، عبد القیوم صاحب باقی کا مضمون "ہمارے شاہنشاہ" اور ڈی ام منگیکار صاحب کا مضمون "حیدر آباد موجودہ نظام کے ماتحت" "عہد عثمانی کی ترقیوں پر اچھا تبصرہ ہے، سر شاہ سلیمان صاحب کا خطبہ صدارت جو جامعہ عثمانیہ کے جلسہ تقسیم اسناد میں پڑھا گیا تھا، مختلف حیثیتوں سے لائق مطالعہ ہے، جشن سیمیں کی مناسبت سے متعدد دلکش نظمیں بھی ہیں، غرض یہ رسالہ عہد عثمانی کے حالات اور کارناموں کا قلمی مرقع ہے،

الموسی یادگار ولی نمبر مرتبہ جناب شیخ عبد الصمد صاحب و محمد رفیع زماں صاحب متعلمان سٹی کالج، تقطیع اوسط ضخامت ۲۰۲ صفحات کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت عہ پتہ:۔ دفتر الموسی مکتبہ ابراہیمیہ حیدر آباد و جامعہ ملیہ دہلی،

ولی دکنی ایک حیثیت سے ہماری شاعری کا آدم ہے، اگرچہ دکن میں اس سے پہلے متعدد ریختہ گو شعراء گذرے ہیں، لیکن ان کی شاعری برائے نام اردو تھی، اردو کا واقعی پہلا شاعر ولی ہے، گذشتہ فروری کو اس کے وطن دکن (حیدر آباد) میں بڑے اہتمام کیساتھ اسکی دو صد سالہ یادگار منائی گئی، اس تقریب سے اس کی شاعری اور اس کے حالات پر مبسوط مضامین لکھائے اور پڑھے گئے، اور اس کے کلام اور دوسرے دکھنی مخطوطات کی نمایش کی گئی، الموسی یادگار ولی نمبر گویا اس جشن کی قلمی روئداد ہے، اس میں جشن کی روداد جلسہ صدارت کے علاوہ ولی کے حالات، اسکی شاعری، اس کے تلامذہ، اور اس عہد کے بعض دوسرے دکھنی شعراء کے حالات اور شاعری پر مضامین کا نہایت اچھا ذخیرہ ہے، اور ولی کی شاعری کے تمام پہلوؤں پر نہایت مبسوط تبصرے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ہماری زبان کا نہ صرف پہلا بلکہ بہترین شاعر بھی تھا، یہ عجیب بات ہے کہ اس اولیت کے باوجود آجتک ولی کے اصل نام اور وطن تک کا صحیح فیصلہ نہ ہوسکا، ڈاکٹر محی الدین صاحب

زور قادری نے خود ولی کے کلام سے اس پر روشنی ڈالی ہے، آخر میں کلیات ولی کے ساٹھ قلمی نسخوں کی جو مختلف کتب خانوں یا قدردانوں کی ذاتی ملکیت میں ہیں، فہرست دیگئی ہے، اور تین سو پچاس دکھنی اردو کے مخطوطات کا جو جشن کی نمائش میں رکھے گئے تھے، تعارف کرایا گیا ہے، اور متعدد قدیم دکھنی شعراء کے قلمی دیوانوں اور ان کے کلام کے قلمی نسخوں کے بعض صفحات کے فوٹو بھی دئیے گئے ہیں، ان میں سے بعض فن خطاطی کے لحاظ سے بھی لائق قدر ہیں، اس کے علاوہ جشن کے بعض مناظر کے فوٹو ہیں، غرض یہ نمبر ہر لحاظ سے نہایت کامیاب ہے، اور اس سے ولی کی شاعری اور اس کے حالات پر ہماری زبان میں نہایت اچھا اور تنقیدی لٹریچر فراہم ہو گیا ہے، جو امید ہے کہ قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا،

شاعر آگرہ اسکول نمبر، مرتبہ جناب اعجاز صدیقی، تقطیع اوسط ضخامت ۲۷۴ صفحات، کاغذ کتابت وطباعت اچھی، قیمت خاص نمبر ۲؍ پتہ قصر الادب آگرہ،

رسالہ شاعر عرصہ سے شاعری کی خدمت انجام دیرہا ہے، حال میں اُس نے آگرہ اسکول کے نام سے خاص نمبر نکالا ہے، اس نمبر کے دو حصے ہیں، ایک میں آگرہ اسکول کے شاعرانہ خدمات اسکی خصوصیات اور جناب سیماب کے کمالات شاعری پر مضامین ہیں، دوسرے حصہ میں ان کے بے شمار معروف اور غیر معروف تلامذہ کے حالات، ان کے فوٹو اور کلام کے نمونے ہیں، گویا یہ نمبر سیماب صاحب اور ان کے تلامذہ کا مرقع ہے، کہا گیا ہے، کہ آگرہ اسکول سے مراد شاعری کا جدید رنگ ہے، اگر یہ صحیح ہے، تو اسکو آگرہ کے اندر محدود کرنا کیونکر صحیح ہے، ورنہ بتانا چاہئے کہ آگرہ اور جدید شاعری کے وجود میں کیا منطقی ربط ہے، ؟ بہر حال اس نمبر نے ہماری زبان کے شعر و شاعری، اور شعراء سے متعلق بہت سا دلچسپ سامان فراہم کر دیا ہے، جو دلچسپی سے پڑھنے کے لائق ہے، اور ہماری زبان کے ایک مشہور شاعر کی نسبت بہت کچھ معلومات یکجا کر دیئے ہیں، جو آیندہ تذکرہ نگاروں کیلئے کارآمد ہوں گے،

ادب لطیف افسانہ نمبر، مرتبہ جناب چودھری برکت علی صاحب و مرزا ادیب صاحب،

تقطیع اوسط، ضخامت ۲۴۶ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت ۱۲؍ لوئر مال روڈ لاہور،

ادب لطیف اس سے چند مہینہ پیشتر اپنا سالنامہ نکال چکا ہے، اب اس نے افسانہ نمبر نکالا ہے، کسی رسالہ کا تمام ادبی دلچسپیوں کو قائم رکھتے ہوئے متواتر خاص نمبر نکالنا بڑی ہمت کا کام ہے، ادب لطیف کی یہ ہمت لائق ستایش ہے، کہ وہ ہر خاص نمبر میں اپنی روایات کو قائم رکھتا ہے، چنانچہ اس نمبر میں بھی اوس نے ہر مذاق کے ستھرے اور پڑھنے کے لائق افسانے فراہم کئے ہیں، فن افسانہ نگاری پر متعدد مفید مضامین ہیں، گو ان میں سے بعض سطحی ہیں، تاہم نومشقوں کے لئے مفید ہیں، "صحرانورد کے خطوط" جن کا سلسلہ عرصہ سے قائم ہے، خصوصیت کیساتھ زیادہ دلچسپ ہیں، اسی کے ساتھ بعض افسانے ایسے بھی نظر آتے ہیں جن کا منشا، "لکھنے" کے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں ہوتا، مثلاً دل ابھی بھولا نہیں آغاز الفت کے مزے،

عالمگیر کا سالانہ نمبر، مرتبہ جناب حافظ محمد عالم صاحب، تقطیع بڑی، ضخامت ۲۱۶ صفحات، کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت عہ؍ پتہ:- دفتر عالمگیر، بازار سید مٹھا لاہور،

حب معمول عالمگیر نے اپنی سالانہ پیشکش یعنی ۳۷ئ؁ کا سالنامہ کسی قدر تاخیر سے لیکن تمام قدیم خصوصیات کے ساتھ نکالا ہے، بیشتر حصہ دلچسپ افسانوں پر مشتمل ہے، "ایک سیب کی قیمت" "روپ متی اور باز بہادر" "حسن کی جیت" "نیلا وتی" "اداکار" "ادر ناکام محبت" پڑھنے کے لائق افسانے ہیں، کچھ علمی اور سنجیدہ مضامین بھی ہیں، لیکن یہ حصہ افسانوں کے برابر کا نہیں ہے، "تاہم" "میران راجے علی خان" "جدید شعاعیں" "تحفظات تجارت اور ہندوستان" خاصے مضامین ہیں، ان کے علاوہ اور بھی مضامین ہیں، لیکن نہایت سرسری اور تشنہ، کچھ غزلیں اور نظمیں بھی ہیں، غرض علمی اور ادبی دونوں لحاظ سے پڑھنے کا خاصہ مواد موجود ہے، تصویروں کا حصہ اگر نہ ہوتا تو بہتر تھا، کہ ہر تصویر لائق اشاعت نہیں ہوتی،

مساوات نبی نمبر، مرتبہ جناب عبد القیوم صاحب انصاری، تقطیع بڑی، ضخامت ۱۰۲ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت معمولی، قیمت ۸؍ پتہ پھلواری شریف، ضلع پٹنہ،

مساوات نے ولادتِ نبوی کے مبارک ماہ ربیع الاول کی تقریب سعید میں یہ نمبر نکالا ہے، اس مناسبت سے اسلام اور تعلیماتِ نبوی سے متعلق اس میں مختصر لیکن مفید مضامین پیش کئے گئے ہیں، مولانا شاہ جعفر صاحب ندوی کا مضمون "المودۃ فی القربیٰ پر ایک نظر محققانہ ہے" "تکمیل انسانیت کا معلّم اوّل" متکلمانہ رنگ میں خاصہ مضمون ہے لیکن سرخی سے اسکو مناسبت نہیں معلوم ہوتی، "عمرانیات اسلامیت اور عمرانیات ہندومت" ایک خاص نقطہ نظر سے مفید مضمون ہے، انکے علاوہ اور متعدد چھوٹے چھوٹے مفید مضامین ہیں، لیکن خاص سیرتِ پاک کا حصہ بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے، مگر دوسرے مضامین سے اسکی تلافی ہوجاتی ہے،

مشرق جشنِ سیمیں نمبر، مرتبہ محمد قربان وارث صاحب تقطیع بڑی ضخامت ۱۰۰ صفحات کاغذ کتابت وطباعت معمولی قیمت مرقوم نہیں، پتہ دفتر مشرق گورکھپور،

جشنِ سیمیں کی تقریب کے موقع پر نہ صرف دکن کے اخبارات ورسائل بلکہ بیرون دکن کے بعض اسلامی اخباروں نے بھی اپنے خاص نمبر نکال کر اپنی عملی مسرت کا ثبوت دیا ہے، ان میں ایک اخبار مشرق گورکھپور ہے، اس نمبر میں دولتِ آصفیہ کے تاریخی سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی حالات پر مفید مضامین ہیں، ان کے علاوہ متعدد اراکینِ سلطنت کے حالات اور ان کے فوٹو ہیں،

المبشر شبلی نمبر، مرتبہ جناب عبدالرحیم شبلی صاحب بی کام، تقطیع اوسط ضخامت ۷۰ صفحات کاغذ کتابت وطباعت معمولی، قیمت ۴ر پتہ:۔ دفتر المبشر ریلوے روڈ، قادیان،

المبشر طلبا و طالبات کا رسالہ ہے، اس کے اڈیٹر عبدالرحیم شبلی صاحب نے اپنے نام سے یہ خاص نمبر نکالا ہے، اسکی خصوصیت یہ ہے، کہ اس کے تمام مضامین اڈیٹر کے قلم کے لکھے ہوئے ہیں، اس حیثیت سے لائق اڈیٹر کی یہ ہمت لائقِ داد ہے کہ انھوں نے تاریخ "مذہب، روحانیت، سیاست، معاشیات، زراعت، ادب، انشا، ظرافت، شاعری ہر موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے، یا کم از کم مختلف اصناف کی سرخیاں دیدی ہیں، اگرچہ بیشتر مضامین معمولی درجہ کے ہیں، مگر تنوع اور تنہا نگاری کے بار کو دیکھتے ہوئے یہ نمبر برا نہیں، ہم کو خطرہ ہے کہ جذبِ بلندی

کی یہ نئی بیماری کہیں متعدی شکل نہ اختیار کرلے، اور غریب اڈیٹروں کی جان پر ایک نئی مصیبت آجائے،

پیام تعلیم تاسیس نمبر، مرتبہ مولوی حسین حسان صاحب ندوی تقطیع اوسط ضخامت ۱۴۴ صفحات، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت ۱۲ر پتہ جامعہ ملیہ دہلی،

پیام تعلیم بچوں کا بہترین رسالہ ہے، جو ہر سال جامعہ ملیہ کے یوم تاسیس کے موقع پر تاسیس نمبر کے نام سے ایک خاص نمبر نکالتا ہے، چنانچہ ۳۶ء کا تاسیس نمبر بھی اس نے بڑے اہتمام کیساتھ نکالا ہے، یہ نمبر ضخامت مضامین کے انتخاب، تنوع، تصاویر، اور دوسری دلچسپیوں کے لحاظ سے گذشتہ نمبروں سے بڑھکر ہے اور بچوں کی استعداد اور مذاق کے مطابق علمی، ادبی، تاریخی اور اخلاقی مضامین، معلومات اور لطائف کا نہایت اچھا مواد فراہم کیا گیا ہے، جو بچوں کے لئے ہر لحاظ سے مفید بھی ہے اور دلچسپ بھی، ان مفید مضامین کے ساتھ خالص بچوں کی دلچسپی کے لئے لطائف چٹکلے، کارٹون، اور تصاویر بھی ہیں، جس سے اسکی دلچسپی اور بڑھ جاتی ہے بعض مضامین سمجھانے کے لئے تصاویر بھی دیگئی ہیں، زبان نہایت آسان اور طریقہ ادا بچوں کے مناسب ہے یہ نمبر ہر لحاظ سے بچوں کیلئے نہایت مفید اور دلچسپ ہے،

شمس الاطباء خاص نمبر (طب العرب) مرتبہ جناب حکیم سید علی احمد صاحب نیر واسطی، تقطیع چھوٹی ضخامت ۸۰ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت معمولی، قیمت ۸ر، پتہ:۔ دفتر شمس الاطباء، جڑی بوٹی بھاٹی گیٹ لاہور،

مشہور مستشرق پروفیسر اڈورڈ براؤن نے ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء میں کیمبرج یونیورسٹی میں عربی طب پر چار لکچر دئے تھے، جو کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں، حکیم سید علی اکبر صاحب اڈیٹر شمس الاطباء نے "طب العرب" کے نام سے دو خاص نمبروں میں پہلے اور دوسرے لکچروں کا ترجمہ شائع کیا ہے، یہ لکچر عربی طب اور اطباء کی تاریخ اور ان کے کارناموں پر فاضلانہ تبصرہ ہے، لائق مترجم نے جابجا اختلافی نوٹ اور اصل ماخذوں کے حوالے بھی دیدئے ہیں، جس سے اس کا افادہ بڑھ گیا ہے،

ہمدرد صحت عورت نمبر، مرتبہ جناب حکیم حاجی عبد الحمید صاحب دہلوی تقطیع بڑی، ضخامت ۲۲۲ صفحات کاغذ معمولی کتابت و طباعت بہتر قیمت ۱۲ر پتہ ہمدرد منزل لال کنواں دہلی

گذشتہ سال ہمدرد صحت نے عورت نمبر کے نام سے ایک خاص نمبر نکالا تھا، اس سال پھر اسی نام سے خاص نمبر نکالا ہے، اس کے ایک حصہ میں امراض نسوانی اور ان کے علاج پر مضامین اور مجربات ہیں، اور دوسرے حصہ میں قدیم قوموں اور ملکوں اور جدید تمدن میں عورتوں کی حیثیت پر پر از معلومات مضامین ہیں قدیم دور کے مصر، بابل، آشوریہ، ایران، چین، یونان، روما اور ہندوستان، اور جدید دور میں انگلستان، روس، جرمنی، آسٹریا، جاپان، ایران اور ہندوستان کی عورتوں کی حیثیت پر مضامین ہیں، ان کے علاوہ عورتوں کی اور چیزوں پر بھی مفید معلومات ہیں، اس طرح یہ نمبر امراض و علاج نسوانی اور عورتوں کی قدیم و جدید تاریخ کا اچھا مجموعہ ہے،

نئے اخبار اور رسالے

ماہانہ رسالہ **حیوانیات**، مرتبہ جناب عبد البصیر خان صاحب بی ایس سی (آنرز) تقطیع بڑی ضخامت ۰۰ صفحات کاغذ کتابت و طباعت نفیس، قیمت مرقوم نہیں، پتہ شعبہ حیوانیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ،

یہ رسالہ شعبہ حیوانیات مسلم یونیورسٹی کی جانب سے نکلنا شروع ہوا ہے، اس کا موضوع نام سے ظاہر ہے، اس میں جدید علم زوالوجی کے اکتشافات اور تحقیقات کے مطابق علمی حیثیت سے حیوانات کے اجناس، طبائع اور خصوصیات وغیرہ مختلف پہلوؤں پر عالمانہ مضامین ہوتے ہیں، جنھیں علمائے حیوانیات اور عام ناظرین یکسان دلچسپی کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں، ہماری زبان میں ایسے رسائل کی بڑی ضرورت ہے جن سے اردو دان جدید علوم اور ان کی تحقیقات سے واقف ہوں، لیکن غالباً موضوع کی مناسبت سے اس کی اشاعت میں کوئی نظم و ترتیب نہیں ہے،

پیغام حق، مرتبہ جناب سید محمد شاہ صاحب ایم اے، تقطیع بڑی، ضخامت ۵۶ صفحات، کاغذ معمولی، کتابت و طباعت بہتر، قیمت سالانہ عا، فی پرچہ ۳ر پتہ ظفر منزل تاجپورہ لاہور،

حقیقت الاسلام لاہور کے سابق اڈیٹر جناب محمد شاہ صاحب ایم اے نے پیغام حق کے نام سے یہ نیا رسالہ جاری کیا ہے، اس کا مقصد مسلمانوں کی صحیح ذہنی تربیت ان کی تہذیب و تمدن کا تحفظ اور انکی گذشتہ روایات ان کے سامنے پیش کرکے انھیں مستقبل کا راستہ بتانا اور ان کو ہندوؤں اور انگریزوں کی غلامی سے چھڑانا ہے، ان مقاصد کے مبارک اور محمود ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے، لیکن

این رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

کیا اس کا طریقہ محض زبانی پیام حق سنا دینا ہے، قومیں محض پیام سے نہیں، بلکہ عملی جد و جہد سے بنتی اور زندہ رہتی ہیں، پھر مسلمانوں کے تمدن کے تحفظ کے لئے ہندوستان کی عملی جد وجہد سے ان کی علٰحدگی کیوں ضروری ہے، اور اس میں شرکت سے ان کا تمدن کس طرح خطرے میں پڑ سکتا ہے، مسلمانوں میں خود کوئی عملی قوت نہیں، ایسی حالت میں ان کو مشترکہ قومی جد و جہد سے علٰحدہ رکھنے کے معنی یہ ہیں، کہ انکی عملی قوت بالکل ختم ہو جائے، اور جس قوم کے عملی قویٰ معطل ہو جائے، اس کا بقا معلوم ہے، ان بلند مقاصد کو دیکھتے ہوئے مضامین کا معیار اور بھی بلند کرنے کی ضرورت ہے،

دلگداز، مرتبہ عبد المجید صاحب شمیم، تقطیع اوسط، ضخامت ۰۰ صفحات، کاغذ، کتابت و طباعت نہایت معمولی، قیمت سالانہ ۲ر ششماہی عہ ر، پتہ دفتر دلگداز کشمیری بازار لاہور،

یہ ایک اسلامی ادبی تعلیمی اور ادبی رسالہ ہے، جو چھ ارکان ادارت کی نگرانی میں نکلتا ہے، عملۂ ادارت میں تین عورتیں برابر کی شریک ہیں، اسلامیات، ادبیات، نسائیات، اور اقتصادیات اس کے مستقل عنوان ہیں، جن کے ماتحت التزام کیساتھ انکے مناسب مفید مضامین ہوتے ہیں، لیکن مضامین کے معیار میں توازن نہیں ہے، بعض مضامین خاصے ہوتے ہیں، اور بعض نہایت معمولی درجہ کے بعض اچھے مضمون منقول معلوم ہوتے ہیں، مجموعی حیثیت سے عام دلچسپی اور فائدہ کے لئے اچھا رسالہ ہے، لیکن مضامین میں توازن پیدا کرنے کی ضرورت ہے،

المنظور، مرتبہ مولوی عبد الواحد صاحب عثمانی فاضل ادب تقطیع اوسط ضخامت ۴۸ صفحات، کاغذ کتابت وطباعت معمولی قیمت سالانہ ۲ر، طلبہ اور کم استطاعت حضرات سے ۱ر، پتہ گھنٹہ گھر بدایوں

یہ رسالہ مولینا عبد الماجد مرحوم بدایونی کے صاجزادہ مولوی عبد الواحد صاحب نے نکالا ہے، اس کے اجراء کا مقصد خود ان کے قلم سے یہ ہے "صوبہ متحدہ کے طول وعرض پر نگاہ ڈال کر ہم حیران رہ گئے، پورے صوبہ میں ایک بھی علمی، ادبی اور مذہبی رسالہ موجود نہیں" صوبہ کی اس ادبی پستی کو دور کرنے کے لئے یہ رسالہ نکالا گیا، لائق مدیر کا خدمت علم وادب کا یہ مخلصانہ جذبہ لائق قدر ہے، خدا ان کو اس میں کامیابی عطا فرمائے، غالباً حصول برکت کے لئے رسالہ کی اشاعت کا آغاز بزرگون کے ملفوظات سے کیا گیا ہے، چنانچہ پہلے نمبر کا بڑا حصہ انہی پر مشتمل ہے، اسمیں سنجیدہ اور مختصر مذہبی اخلاقی اور تاریخی مضامین ہوتے ہیں، دوسرے نمبر میں ابو اللیث صاحب صدیقی کا مضمون "آب حیات پر ناقدانہ نظر" اچھا ہے، امید ہے کہ لائق مدیر کی کوششوں سے المنظور جلد اچھے رسائل کی صف میں جگہ حاصل کریگا،

پیام ادب مرتبہ جناب نشتر جالندھری تقطیع اوسط ضخامت ۳۲ صفحات کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت سالانہ ۸ر، پتہ۔ شیخ برکت علی اینڈ سنز پبلشرز کشمیری بازار لاہور،

پیام ادب ایک اصلاحی رسالہ ہے، جو چند مہینوں سے لاہور سے نکلنا شروع ہوا ہے، اس کا مقصد مسلمانون کو تہذیب مغرب کے اثرات سے بچانا اور انہیں اسلامی تہذیب واخلاق کی دعوت دینا ہے، "اسلامیات" "ادبیات" اور "عالم نسوان" اس کے مستقل عنوان ہیں، ان کے ماتحت سبق آموز مختصر مذہبی اور اخلاقی مضامین ہوتے ہیں، عام دلچسپی کے لئے ادب کی چاشنی بھی شامل ہے، رسالہ کے مقاصد کے اعتبار سے مضامین کا معیار بلند کرنے کی ضرورت ہے، کہ جس طبقہ کو مغرب کے اثرات سے بچانا ہے، اس کے لئے تنہا بزرگوں کے سبق آموز حالات کافی نہیں ہیں،

نظامیہ، مرتبہ جناب شاہ ابو الخیر صاحب کنج نشین، مولوی فاضل، و محمد وجیہ الدین صاحب

مولوی کامل، تقطیع اوسط ضخامت ۴۸ صفحات کاغذ کتابت، وطباعت معمولی قیمت سالانہ عہ،

پتہ:۔ سلطان پورہ حیدر آباد دکن،

حیدر آباد کا مدرسہ نظامیہ اگرچہ کوئی قدیم درسگاہ نہیں ہے، لیکن اس نے دینی علوم کی بڑی خدمت کی، اسکے چشمۂ فیض سے بہت سے تشنگان علم سیراب ہوئے، اب تک اس کا کوئی قلمی ترجمان نہ تھا، فارغین نظامیہ نے اس ضرورت کو محسوس کرکے نظامیہ جاری کیا ہے، ابھی وہ ابتدائی منزل میں ہے، اسلئے فارغین نظامیہ کے معیار پر نہیں آسکا ہے لیکن حسن آغاز سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ ابتدائی دشواریوں پر قابو حاصل کرنے کے بعد بہت جلد حیدر آباد کے اچھے رسائل کی صف میں جگہ حاصل کرے گا، "دکن کی قدیم و جدید علمی ترقیان" "اسلام واشتراکیت" اچھے مضامین ہیں، خیال آتا ہے کہ "حب ذات کس میں زیادہ ہے، مرد میں یا عورت میں" اور "شہزادہ خرم" اس سے پہلے کسی رسالہ میں نکل چکے ہیں،

محقق، مرتبہ جناب راز عرفانی تقطیع اوسط ضخامت ۴۸ صفحات کاغذ کتابت وطباعت معمولی قیمت سالانہ ے، طلبہ سے عہ، پتہ دفتر محقق بھاولپور،

یہ ایک علمی ادبی صنعتی اور تحقیقی رسالہ ہے، اس لئے اس نے اپنا نام محقق رکھا ہے، اسکی سند کے لئے ایک علامہ مولوی فاضل "عربیات" کے اور ایک ودیا بھاسکر "سنسکرتیات" کے نگراں ہیں، عام علمی اور ادبی مضامین کے ساتھ عورتون اور بچوں کے مذاق کے مضامین بھی ہوتے ہیں، لیکن تعجب ہے کہ تحقیق کے اس اہتمام کے باوجود "اسلامی علم التواریخ کی تواریخ" کا سلسلہ نہایت مسخ اور غلط ہے، کتابوں اور اشخاص کے نام کا املا تک صحیح نہیں ہے، نفس مضمون میں بھی خامیاں ہیں، معلوم ہوتا ہے کسی نے بے توجہی سے انگریزی سے ترجمہ کیا ہے، لیکن بہرحال عام مذاق کو دیکھتے ہوئے رسالہ خاصہ ہے، نگران حضرات کی تھوڑی توجہ سے اس کے نقائص دور ہو سکتے ہیں،

نوبہار دہلی، مرتبہ حافظ عزیز الرحمن صاحب تقطیع بڑی ضخامت ۴۸ صفحات کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت سالانہ ۲ر، فی پرچہ ۴ر، پتہ دفتر نوبہار، دہلی

نوبہار ایک خالص ادبی اور تاریخی رسالہ ہے، جو ابھی حال ہی میں دہلی سے جاری ہوا ہے، اگرچہ ابھی اس کے صرف دو ہی ایک نمبر نکلے ہیں، لیکن وہ کسی طرح دہلی کے پرانے ادبی رسائل سے کم نہیں، ادب و افسانے کا نہایت اچھا مواد پیش کرتا ہے، ایک آدھ اخلاقی مضامین بھی ہوتے ہیں، نوبہار کے اجرا سے ادبی رسائل میں ایک اچھے رسالہ کا اضافہ ہوا ہے، جو امید ہے کہ بہت جلد مقبولیت حاصل کرے گا، بہتر ہوتا کہ نظم منثور کا حصہ حذف کر دیا جاتا، کہ ایک ستھرے رسالے کے لئے اس قسم کا بے معنی ادب زیب نہیں دیتا،

العرفان، مرتبہ جناب حکیم رحیم الدین صاحب عشرت، تقطیع اوسط ضخامت ۳۲ صفحات، کاغذ کتابت و طباعت نہایت معمولی قیمت سالانہ عا/ ششماہی عہ/ پتہ کوٹ عبدالخالق ہوشیار پور پنجاب،

یہ رسالہ پنجاب کے مشہور صوفی بزرگ خواجہ عبدالخالق نقشبندی کی یادگار میں کوٹ عبدالخالق سے نکلتا ہے، صوفیانہ رنگ کے مختصر مضامین و لطائف ہوتے ہیں،

تاجر آگرہ مرتبہ جناب الیاس صاحب تقطیع اوسط ضخامت ۴۰ صفحات، کاغذ معمولی کتابت و طباعت بہتر قیمت سالانہ عا/ فی پرچہ ۲/، پتہ اکبری روڈ صدر بھٹی آگرہ،

موجودہ زمانہ میں تجارت نے مستقل فن کی حیثیت حاصل کر لی ہے، ترقی یافتہ ملکوں میں اس موضوع پر مستقل رسائل اور کتابیں شائع ہوتی ہیں، ہندوستانی زبان میں بھی اس قسم کے مضامین نکلتے ہیں، لیکن غالباً اس موضوع پر کوئی مستقل رسالہ نہیں نکلتا، تاجر تجارت کے اصول، طریقوں، صنعت و حرفت، زراعت، اقتصادیات، معدنیات، دوسرے ملکوں کے تجارتی حالات وغیرہ جملہ متعلقات تجارت پر مضامین و معلومات پیش کرتا ہے، جو تاجروں کے لئے نہایت مفید ہوتے ہیں، امید کہ ان کے حلقہ میں یہ رسالہ مفید ہوگا،

مشیر العلاج، مرتبہ جناب حکیم سید علی اکبر صاحب تقطیع اوسط ضخامت ۴۰ صفحات، کاغذ کتابت و طباعت اوسط قیمت سالانہ عہ/ پتہ دفتر دیوانی ڈاکہ ضلع گجرات،

یہ رسالہ بھی حال میں حکیم سید علی اکبر صاحب پرنسپل چھاچھی کالج ڈاکہ کی ادارت میں نکلا ہے، طب یونانی کے متعلقات اور امراض و علاج پر مضامین ہوتے ہیں،

نکہت، مرتبہ جناب محمد عارف صاحب علوی بی اے تقطیع اوسط ضخامت ۱۶ صفحات، کاغذ سپید کتابت و طباعت صاف قیمت سالانہ عہ/ پتہ دفتر رسالہ نکہت نمبر ۹، نظیر آباد لکھنؤ،

نکہت چھوٹے بچوں کا رسالہ ہے، ان کے مذاق کے چھوٹے چھوٹے دلچسپ مضامین اور مفید معلومات ہوتے ہیں، لیکن بچوں کو دیکھتے ہوئے بعض بعض مضامین کے الفاظ ثقیل نظر آتے ہیں، مثلاً "نقطۂ انجماد" "منفیا لحرارت" "طبعزاد" "تمثیلین" "رجوع کرنا" وغیرہ، بچوں کے نازک دماغ ان ڈھیلوں کے متحمل نہیں ہو سکتے، اگر ایسے الفاظ لانے ناگزیر ہوں تو حاشیہ میں انکی تشریح کر دینی چاہئے،

ترقی (ہفتہ وار) مرتبہ جناب عمر انصاری و سید اقبال عظیم صاحب بی اے، تقطیع اوسط اخباری ضخامت ۲۲ صفحات، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت سالانہ ہے/ ششماہی عا/ فی پرچہ ۱/ پتہ:- تجارتی مسلم بیت المال لاٹوش روڈ لکھنؤ،

یہ ہفتہ وار ادبی اخبار حال ہی میں لکھنؤ سے جاری ہوا ہے، بیشتر حصہ ادب و افسانوں کا ہوتا ہے، ایک آدھ مفید علمی سیاسی اور تاریخی مضامین بھی نظر آتے ہیں، ایک حصہ فلمیات کے لئے مخصوص ہے، دو چار سیاسی خبریں بھی ہوتی ہیں، مجموعی حیثیت سے ترقی اپنے اندر دلچسپی کا کافی سامان رکھتا ہے،

گلفروش (ہفتہ وار) مرتبہ جناب محمود صاحب مورخ بی اے، تقطیع اخباری ضخامت ۱۶ صفحات، کاغذ معمولی کتابت و طباعت بہتر قیمت سالانہ ہے/ ششماہی عا/ فی کاپی ۱/ پتہ روشن آرا روڈ دہلی،

یہ اخبار عرصہ سے دہلی سے نکل رہا ہے، ہمیں حال میں موصول ہوا ہے، یہ ایک سیاسی اور ادبی ہفتہ وار ہے، سیاسی ادبی اور تاریخی ہر ذوق کے مضامین پیش کرتا ہے، اسلامی ممالک کے حالات پابندی کے ساتھ دیتا ہے، سیاسی مضامین کا لہجہ ضرورت سے زیادہ درشت اور تلخ ہوتا ہے، لیکن ہفتہ وار اخباروں میں اچھا اخبار ہے،

رہبر (ہفتہ وار) مرتبہ جناب بشیر احمد صاحب تقطیع اخباری ضخامت ۸ صفحات کاغذ کتابت و طباعت معمولی قیمت سالانہ پانچ روپیہ پتہ پشاور صوبہ سرحد،

صوبہ سرحد سیاست اور ذوق ادب میں کسی صوبہ سے پیچھے نہیں ہے، یہاں سے وقتاً فوقتاً اچھے اچھے اخبارات و رسائل نکلتے رہتے ہیں، رہبر غالباً حال ہی میں پشاور سے جاری ہوا ہے، یہ ایک سیاسی ہفتہ وار اخبار ہے، اور سیاسی اخبارات کی تمام خصوصیات کا حامل ہے، ہفتہ بھر کی سیاسی خبریں دیتا ہے، اہم معاملات ملکی اور ملکی معاملات پر تبصرہ کرتا ہے، کبھی کبھی کوئی مستقل مضمون بھی ہوتا ہے، امید ہے کہ رہبر سرحد کے مسلمانوں کی رہبری کی خدمت انجام دیگا،

صراط مستقیم (ہفتہ وار) مرتبہ میاں عبد الغنی صاحب ضخامت ۸ صفحات کاغذ کتابت و طباعت معمولی قیمت سالانہ ۳ ششماہی عہ سہ ماہی عمر فی پرچہ ار، شاہی مسجد لاہور،

صراط مستقیم خالص مذہبی اخبار ہے، اسکو ملکی سیاست سے کوئی علاقہ نہیں، اس کا مقصد قرآنی تعلیمات کی اشاعت اور احکام قرآنی کی دعوت ہے، ابھی اس کے صرف دو ہی تین نمبر نکلے ہیں، اس لئے یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہے، لیکن اس کے مقاصد کے مبارک ہونے میں کوئی شبہ نہیں، ہر مسلمان کو اس مبارک مقصد کی کامیابی میں کوشش کرنی چاہئے،

سیرت مرتبہ جناب ابو البیان نور اللہ صاحب تقطیع اخباری ضخامت ۱۲ صفحات کاغذ کتابت و طباعت معمولی قیمت سالانہ للعہ ششماہی عہ، پتہ دفتر سیرت تاج دین اسٹریٹ باغبانپورہ لاہور،

یہ بھی ایک مذہبی اخبار ہے، جو انجمن منور الاسلام باغبانپورہ کیجانب سے شائع ہوا ہے، اس کا مقصد نئے مذاق و رنگ میں قرآنی تعلیمات کی تبلیغ اور اکابر اسلام کے کارناموں کی اشاعت ہے، اس مقصد کے مطابق اس کے مضامین عموماً علمی، مذہبی اور تاریخی ہوتے ہیں، عام دلچسپی کے لئے ایک حصہ سنجیدہ ادبی مضامین کا بھی ہوتا ہے، امید ہے کہ یہ اخبار مذہبی حلقوں میں مقبول ہوگا،

خادم کعبہ، مرتبہ جناب عبد العزیز صاحب تقطیع اوسط اخباری ضخامت ۱۲ صفحات کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت سالانہ ۳ ششماہی عہ، سہ ماہی عمر فی پرچہ ار پتہ دفتر خادم کعبہ چرچ روڈ لاہور،

یہ اخبار چند دنوں سے جاری ہوا ہے، ہندوستان میں حکومت حجاز یا سرزمین حجاز کا آرگن ہے، اس میں حکومت حجاز، کعبۃ اللہ اور حجاج کے متعلق حالات اور خبریں ہوتی ہیں، حجاج کے لئے آسانیاں، اور سہولتیں فراہم کرنا، اور انھیں حج کے متعلق معلومات بہم پہونچانا اس کا خاص مقصد معلوم ہوتا ہے، خادم کعبہ کی مناسبت سے کبھی کبھی کوئی علمی اور تاریخی مضمون بھی دکھائی دیتا ہے، یہ اخبار حجاز اور مسلمانان ہندوستان کے درمیان اتحاد رابطہ ثابت ہو سکتا ہے،

ہندوستان، مرتبہ جناب بحر الہ آبادی و نذیر ہاشمی صاحب غازیپوری، تقطیع اوسط اخباری ضخامت ۸ صفحات قیمت سالانہ عے پتہ نمبر ۲۹۲، اترسویا الہ آباد،

یہ اخبار سال ڈیڑھ سال سے الہ آباد سے نکلتا ہے، ہمارے پاس حال میں ریویو کے لئے آیا ہے، اخباری معیار سے معمولی درجہ کا اخبار ہے، اس میں کوئی ایسی خصوصیت نظر نہیں آتی، جس کی نذیر ہاشمی صاحب جیسے تجربہ کار کی ادارت سے توقع کیجا سکتی ہے، اور جو اس کو دوسرے ہفتہ وار اخبارات سے ممتاز کر سکے، تاہم کسی نہ کسی حد تک اس سے اخبار کا مقصد پورا ہو جاتا ہے،

"م"

مطبوعات جدیدہ

تمدن عرب، ڈاکٹر گستاولی بان مترجمہ شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی مرحوم تقطیع بڑی، ضخامت علاوہ مقدمہ مترجم و ضمیمہ جات ۵۵۹ صفحے، کاغذ بہتر کتابت وطباعت پاکیزہ جلد نفیس قیمت ۲۵ پچیس روپیہ، پتہ سید عبد القادر صاحب تاجر کتب چار مینار حیدر آباد دکن،

مشہور فرانسیسی فاضل ڈاکٹر گستاولی بان کی کتاب تمدن عرب کی اہمیت شہرت اور مقبولیت تعارف سے بے نیاز ہے، مسلمانوں کے سیزدہ سالہ تمدن، تہذیب و معاشرت، علوم و فنون صنعت و حرفت جملہ تمدنی کمالات کے عروج و زوال پر اس سے زیادہ مبسوط، محققانہ اور منصفانہ کتاب کسی یورپین زبان میں موجود نہیں ہے، اسکی یہ خصوصیت لائق ذکر ہے، کہ وہ تنہا معلومات کا ذخیرہ نہیں ہے، بلکہ اسلامی تمدن کے عروج و زوال کے طبعی اسباب و علل اور منطقی استقرا، و نتائج کی ایک فلسفیانہ اور مربوط تاریخ ہے، جس سے اس کے تمام مدارج و اسباب نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں، پھر نایاب تصویروں کے ذریعہ سے انھیں واضح کیا گیا ہے، مشہور فاضل مترجم سید علی بلگرامی مرحوم نے آج سے تقریباً چالیس سال پہلے اصل فرانسیسی سے ترجمہ کرکے بڑے اہتمام کے ساتھ اسکو شائع کیا تھا لیکن یہ نادر کتاب عرصہ سے کمیاب تھی، اہل علم کو سید عبد القادر صاحب تاجر کتب حیدرآباد کا ممنون ہونا چاہئے، کہ انھوں نے جشن سیمیں کی مبارک یادگار میں اس نایاب کتاب کو دوبارہ اسی اہتمام کیساتھ شائع کیا ہے، کاغذ کتابت و طباعت جلد تصویریں سب اسی شان کی ہیں، فاضل مترجم کا عالمانہ دیباچہ بجائے خود ایک مختصر گر مفید تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے، کتاب میں پانچ رنگین اور ۲۰۷ مسلمانوں کی تمدنی ترقیوں کے مرقعے (تصویریں) اور تین نقشے ہیں، یہ کتاب مسلمانوں کے سیزدہ سالہ علمی و تمدنی ترقیوں کا آئینہ ہے اسلئے ارباب علم کو اسکی پوری قدر دانی کرنی چاہئے،

انمول جواہرات، مولفہ جناب ہرچرن لال صاحب ورمن، تقطیع بڑی ضخامت ۴۸ صفحات، کاغذ کتابت وطباعت اوسط قیمت آٹھ آنے، پتہ سمرن داس پریم نگر دیال باغ آگرہ،

ہرچرن لال صاحب ورمن مشہور علمی صنعتی اور نیم روحانی ادارہ دیال باغ آگرہ کے پیرووں میں ہیں، انمول جواہرات ان کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے، جو انھوں نے دیال باغ روحانی اسکول کے نقطۂ نظر سے اس کے روحانی مقاصد تزکیۂ روح اور صفائے باطن کی تبلیغ کے سلسلے میں لکھے، دیال باغ اگرچہ کسی خاص مذہب وملت کے ساتھ منسوب نہیں ہے، لیکن اسکی تعلیمات ہند و فلسفۂ اخلاق و روحانیت سے ماخوذ ہیں جسمیں بعض دوسرے مذاہب کے اخلاقی اصولوں کی بھی آمیزش ہے، یہی رنگ ان مضامین کا ہے، ان مضامین میں ہریجن کے مضمون کا ہونا جو خالص ایک سیاسی اور جماعتی مسئلہ ہے تعجب انگیز ہے، اسی طرح سکندر اعظم کے ایک واقعہ کو جو یونان کے کسی فلسفی کیساتھ پیش آیا تھا، ایک ہندو جوگی سے منسوب کر دیا گیا ہے، بہرحال یہ مضامین وسیع مشرب رکھنے والوں کے لئے دلچسپ ہیں،

کلید قرأت، مولفہ جناب قاری خلیل احمد صاحب فاضل دینیات تقطیع چھوٹی ضخامت ۴۸ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت مرقوم نہیں، پتہ:- ناخدا ایک ایجنسی دفتر تعلیم گاہ نسواں لکھنؤ،

ہر زبان میں تلفظ کی صحت کا خاص لحاظ رکھا جاتا ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے، کہ عربی زبان بلکہ قرآن تک میں اچھے خاصے پڑھے لکھے، بلکہ علماء تک اس کا لحاظ نہیں کرتے، اس ضرورت کو پیش نظر رکھکر قاری خلیل احمد صاحب نے اس رسالہ میں تجوید کے مختصر اصول و قواعد آسان زبان میں لکھے ہیں، اور درسی کتابوں کے طریقہ پر مشقی سوالات بھی دیدیئے ہیں، اگرچہ تجوید ایک عملی فن ہے، لیکن کسی نہ کسی حد تک اس رسالہ سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، خصوصاً تجوید کے طلبہ کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہے،

طنزیات مانپوری، مرتبہ جناب مانپوری تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۱۰ صفحات کاغذ کتابت

طباعت اچھی قیمت مجلد عہ، غیر مجلد ۱۲؍ ندیم کے خریداروں کو ۴؍ کی رعایت پتہ :- منیجر ندیم گیا،

جناب ہاپوڑی کے "طنزیات ندیم" کے ذریعہ سے کافی روشناس ہو چکے ہیں، "طنزیات ہاپوڑی" ان کے مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہے، ان میں ظرافت کے پیرایہ میں بعض انسانی کمزوریوں اور ہماری معاشرتی خامیوں کا نہایت دلچسپ اور سبق آموز خاکہ اڑایا گیا ہے، بعض مضامین محض تفریحی ہیں، ان مضامین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب ہاپوڑی میں ظرافت طبعی ہے، اور انھوں نے انسانی فطرت کا کافی مطالعہ کیا ہے، لیکن ظرافت ایک نہایت لطیف صنعت ہے، جس میں ذرا سی بے اعتدالی دوسری حد تک پہنچا دیتی ہے، اور اس حد کا پہچاننا ایک صاحب مذاق کے لئے دشوار نہیں ہے، زبان اچھی خاصی ہے،

پیلی یاس اور میلی ساند مترجمہ جناب تمنائی، تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۶۸ صفحات کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت ۱۲؍ پتہ پنجاب بک ڈپو لاہور،

مارس میترلنک بلجیم کا انیسویں صدی کا مشہور شاعر، ادیب اور ڈرامہ نگار ہے، اسکے بعض مشہور ڈراموں کا اس سے پہلے ہندوستانی میں ترجمہ ہو چکا ہے، اب جناب تمنائی نے اس کے ایک اور ممتاز ڈرامے "پیلی یاس اور میلی ساند" کو ہندوستانی کا جامہ پہنایا ہے، یہ ڈرامہ محبت کی ایک حزنیہ داستان ہے، بغیر اصل کے دیکھے ہوئے ترجمہ کے متعلق کوئی صحیح رائے نہیں دیجا سکتی، لیکن انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ اصل کی خوبیوں کو قائم رکھنے کی کوشش کیگئی ہے، زبان میں کہیں کہیں ناہمواری ہے، ابتدا میں پروفیسر آرزو جلیلی کا ایک تعارف ہے جس میں میترلنک کے حالات اور فنی کمالات پر تبصرہ ہے،

نظر کے دھوکے جناب محمد بدرالدین خانصاحب نکیب بی اے ایل ایل بی، تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۱۲ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت ۱۲؍ پتہ سید عبد القادر صاحب تاجر کتب چار مینار و مکتبہ ابراہیمیہ عابد روڈ حیدرآباد دکن،

یہ مؤلف کے چھ افسانوں "گم شدہ لاش" "انسانی خون" "عارضی شوہر" "پراسرار شخصیت" "واقعاتی شہادت" اور "قتل مجوّزہ" کا مجموعہ ہے، ان میں سے بیشتر طبعزاد اور بعض دوسری زبانوں سے ماخوذ ہیں، سب افسانے دلچسپ اور پڑھنے کے لائق ہیں۔

"م"